العروة فی مناسك الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ پنجم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی،فون:32439799

نام کتاب : العروة فی مناسك الحج و العمرة
"فتاویٰ حج وعمرہ"

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذوالحجہ 1431ھ۔نومبر 2010ء

تعداد اشاعت : 3000

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2010ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2010ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں۔ تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہو گا۔

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فہرست مضامین

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج و عمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتُب فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھا در میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال با قاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰٦ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاوی تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج و عمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی

اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چار حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء تک کے فتاوی تھے بعد کے فتاوی کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اور وہ دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع کئے جا رہے ہیں اور یہ حصہ پنجم ہے جو ماہ نومبر کی اشاعت میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت **اشاعت اہلسنّت اپنے** سلسلۂ اشاعت کے 199 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میقات سے احرام باندھنا افضل ہے یا میقات سے پہلے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میقات سے احرام باندھنا افضل ہے یا میقات سے قبل جیسے کوئی شخص پاکستان سے چلا، وہیں سے احرام کی نیت کرے یا میقات پر سے گزرتے وقت نیت کرے، اس کے لئے کیا افضل ہے؟

(السائل: محمد عرفان الضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے بشرطیکہ احرام باندھنے والا احرام کی پابندیوں کا خیال رکھنے کی اپنے آپ میں استطاعت پاتا ہو اور اگر اُسے خوف ہے کہ وہ احرام کے ممنوعات سے نہیں بچ پائے گا تو اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ وہ میقات سے کچھ پہلے احرام کی نیت سے تلبیہ کہے، چنانچہ اپنے نفس پر امن پانے والے کے لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ

قال فی "فتح القدیر" (۱): و إنّما كانَ التّقديمُ على المَواقيتِ أفضلَ (۲)

یعنی، "فتح القدیر" میں فرمایا کہ مواقیت سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں اِس خطّہ کی زیادہ تعظیم ہے اور پھر اس میں مشقت بھی زیادہ اس لئے اجر بھی زیادہ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "فتح القدیر" (۳) سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصل المواقیتُ التی لا یجوزُ أن یُجاوِزَها الإنسانُ إلا مُحرِماً، تحت قوله: و الأفضلُ التّقديمُ عليها، ۲/۳۳۶

۲۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۳/۵۵۳

۳۔ فتح القدیر، کتاب الحج، فصل فی المواقیت التی لا یجوزُ أن یُجاوِزَها الإنسانُ إلاّ مُحرِماً، ۲/۳۳۶

لأنّه أكثرُ تعظيماً و أوفرُ مشقّةً و الأجرُ على قَدْرِ المشقّةِ (۴)

یعنی، کیونکہ اس میں تعظیم زیادہ ہے اور مشقت وافر ہے اور اجر بقدرِ مشقت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلاف بعید مقامات سے احرام باندھنے کو مستحب سمجھتے تھے چنانچہ علامہ شامی "فتح القدیر" (۵) سے نقل کرتے ہیں:

و لذا كانوا يستَحبُّون الإحرامَ بِهما مِن الأماكنِ القَاصِية (۶)

یعنی، اسی لئے وہ حج وعمرہ کا احرام بعید مقامات سے مستحب سمجھتے تھے۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقاماتِ بعیدہ سے احرام باندھنا مروی ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی "فتح القدیر" (۷) سے نقل کرتے ہیں:

رُوِیَ عَن "ابْنِ عُمَرَ": أنّهُ أحْرَمَ مِنْ بَيْتِ المَقْدَسِ، وَ "عِمْرَانَ بْنِ الحُصَيْنِ" مِنَ الْبَصْرَةِ، وَ عَنِ "ابْنِ عَبّاسٍ" أنّهُ أحْرَمَ مِنَ الشَّامِ، وَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ" مِنَ الْقَادِسِيَّةِ (۸)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے

۴۔ ردّ المُحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی مواقیت، تحت قوله: بل هو أفضل، ۳/۵۵۳

۵۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصل المواقیت التی لا یجوز أن یُجاوزَها الإنسانُ إلاّ مُحرِماً، ۲/۳۳۶

۶۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۳/۵۵۳

۷۔ فتح القدیر، کتاب الحج، فصل المواقیت التی لا یجوزُ أن یُجاوِزَها الإنسانُ إلاّ مُحرِماً، ۲/۳۳۶

۸۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۳/۵۵۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیت المقدس سے احرام باندھا(۹) اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بصرہ سے احرام باندھا(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے شام سے احرام باندھا(۱۱) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے قادسیہ سے احرام باندھا۔(۱۲)

ان مقامات (یعنی بیت المقدس، بصرہ، شام اور قادسیہ) میں سے کوئی میقات نہیں ہے بلکہ ہر ایک میقات سے بہت دُور ہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے اور پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس عمل کی بنیاد حضور ﷺ کا فرمان ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

۹۔ اس کی تخریج امام مالک نے "الموطّأ" کے کتاب الحجّ، باب مواقیتِ الإهلال، (برقم: ۳۶۸، ص ۲۲۵)، میں فرمائی مگر اس میں ہے کہ آپ نے ایلیاء سے احرام باندھا اور امام بیہقی نے "السُّنَن الکبریٰ" کے کتاب الحجّ، باب فضل مَن أهلَّ مِن المسجدِ الأقصى إلى المسجدِ الحرام، (برقم: ۹۸۲۷، ۴۵/۵) میں اور "معرفةُ السُّنَن و الآثار" کے کتاب المناسك (باب الإختيار في تأخيرِ الإحرام إلى الميقاتِ و مَن اختار أن يحرمَ قبلَه (برقم: ۲۷۷۰، ۵۲۸/۳) میں اور علامہ ابن عبدالبر نے "التَّمهيد"، (حديثُ التّاسع و أربعون لنافع عن ابن عمرَ رضي الله عنهما، ۱۰۳/۶، برقم: ۳۹/۳۵۶) میں فرمائی ہے۔

۱۰۔ اس کی تخریج امام بیہقی نے "السُّنَن الکبریٰ" کے کتاب الحجّ، باب من استحبَّ الإحرامَ من دُوَيرة أهلِه، (برقم: ۹۸۳۲، ۴۶/۵) میں اور "معرفةُ السُّنَن و الآثار" کے کتاب المناسك، (باب الإختيار في تركِ الإحرام إلى الميقاتِ إلخ، برقم: ۲۷۷۲، ۵۲۹/۳) میں اور علامہ ابن عبدالبر نے "التَّمهيد"، (برقم: ۴۹/۳۵۶، حديثُ التّاسع و الأربعون لنافع عن ابن عُمرَ رضي الله تعالىٰ عنهما، ۱۰۲/۶، ۱۰۳) میں فرمائی ہے۔

۱۱۔ اس کی تخریج علامہ ابن عبدالبر نے "التَّمهيد" (برقم: ۳۹/۳۵۶، حديثُ التّاسع و الأربعون لنافع عن ابن عُمرَ رضي الله تعالىٰ عنهما، ۱۰۳/۶) میں فرمائی ہے اور اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شام سے احرام باندھا۔

۱۲۔ اس کی تخریج علامہ ابن عبدالبر نے "التَّمهيد" (برقم: ۳۹/۳۵۶، ۱۰۳/۶) میں فرمائی ہے۔

"مَنْ أَهَلَّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى بِعُمْرَةٍ أَوْ حَجَّةٍ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" (۱۳)

یعنی، جس نے مسجدِ اقصیٰ سے عمرہ کا حج کا احرام باندھا اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیئے۔

اور تقدیم احرام کی افضلیت اس صورت میں ہے جب مُحرم اپنے نفس پر امن پاتا ہو کہ وہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے بچ سکے گا اور اس کا احرام حج کے مہینوں میں ہو کہ فقہاء کرام نے اشہرِ حج سے قبل احرام کو مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

بل هُو الأفضلُ إنْ في أشهُرِ الحجِّ و أَمِنَ على نفسِهِ (۱۴)

یعنی، بلکہ یہ افضل ہے اگر حج کے مہینوں میں ہو اور اپنے نفس پر امن پاتا ہو۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "إنْ في أشهُرِ الحجِّ" أمّا قَبلَها فيُكرهُ و إنْ أمِنَ على نفسِه

۱۳۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب في المواقيت، برقم: ۱۷۴۱، ۲۴۵/۲
أيضاً سُنَن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب مَن أهلَّ بعمرة مِن بيتِ المقدس، برقم: ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ۴۶۶/۳
أيضاً المعجم الكبير للطّبراني، برقم: ۱۰۰۶، ۴۱۶/۲۳
أيضاً السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحجّ، باب فضل من أهلّ من المسجد الأقصى إلى المسجد الحرام، برقم: ۶۲۶، ۴۵/۵
أيضاً سُنَن الدّارقطني، كتاب الحجّ، باب المواقيت، برقم: ۲۶۸۵، ۲۴۸/۲
أيضاً الإحسان بترتيب صحيح ابن حبّان، كتاب الحجّ، باب فضل الحجّ و العمرة، برقم: ۳۶۹۳، ۵/۶
أيضاً مسند أبي يعلىٰ، مسند أُمّ سلمةَ زوجِ النّبيِّ ﷺ، برقم: ۶۸۹۴، ۲۲/، ص ۱۲۴۰
أيضاً المسند: ۲۹۹/۶

۱۴۔ الدّرّ المختار، كتاب الحج، ص ۱۵۸

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الوقوعَ فی المحظوراتِ لِشَبَهِ الإحرام بالرُّکنِ کما مرَّ

یعنی، علامہ حصکفی کا قول ''احرام باندھنا اگر اشہرِ حج میں ہو'' مگر اشہرِ حج سے قبل تو مکروہ ہے، اگر چہ ممنوعاتِ احرام میں واقع ہو جانے سے اپنے نفس پر امن پاتا ہو کہ احرام کو رُکن کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ (۱۵)

اور اس کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و إطلاقُها یُفِیدُ التَّحریمَ (۱٦)

یعنی، کراہت کا اطلاق تحریم کا فائدہ دیتا ہے۔

۱۵۔ علامہ شامی نے "کما مرّ" فرما کر علامہ حصکفی کی اس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا جو "درمختار" میں ایک صفحہ قبل (ص ۱۵۵ پر) ہے اور وہ یہ ہے کہ یُکرَہُ الإحرام له قبلَها و إن أمِنَ علی نفسِه مِن المَحظورِ لِشَبَهِه بالرُّکنِ کما مرَّ

یعنی، حج کا احرام حج کے مہینوں سے قبل مکروہ ہے رُکن کے ساتھ اس کی مشابہت کی وجہ سے اگر چہ اپنے نفس پر ممنوع (احرام میں وقوع) سے امن پاتا ہو جیسا کہ پہلے گزرا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی نے "در مختار" میں "کما مرّ" فرما کر (ص ۱۵۵ پر) اپنی اس عبارت سے ایک صفحہ قبل (ص ۱۵۴) پر صاحب "تنویر الأبصار" علامہ تمرتاشی کی عبارت "و فرضُه الإحرامُ" پر اپنی شرح کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ یہ ہے کہ

وهو شرطٌ ابتداءً و له حکم الرُّکن انتهاءً الخ

یعنی، احرام ابتداءً شرط ہے اور اس کے لئے انتہاءً رُکن کا حکم ہے۔

اور "یہ ابتداءً شرط ہے" کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ "حاشیة علی الدّر" (کتاب الحجّ، تحت قوله: و هو شرط ابتداءً، ۱/۴۸۵) سے نقل کرتے ہیں کہ

حتیٰ صحَّ تقدیمُهٗ علی أشهُرِ الحجّ و إنْ کُرِهَ (ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی فروض الحجّ و واجباتِه تحت قوله: و هو شرطٌ ابتداءً، ۲/۵۳۷)

یعنی، یہاں تک کہ احرام کی حج کے مہینوں پر تقدیم درست ہے اگر چہ مکروہ ہے۔

۱٦۔ الدّر المختار، کتاب الحج، تحت قوله: یکره الإحرام له قبلها، ص ۱۵٦

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ "قهستانی" نے "جامع الرّموز" (۱۷) میں کراہت کو تحریمی کے ساتھ مقید کیا ہے اور علامہ علاؤالدین سمرقندی کی "تحفة الفقهاء" (۱۸) سے کراہت پر اجماع نقل کیا ہے اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے "بحر الرائق" (۱۹) میں ممنوعِ احرام میں وقوع کے خوف اور عدمِ خوف کی تفصیل بیان کئے بغیر اسی کی تصریح کی ہے اور فرمایا جس نے (ممنوع احرام میں وقوع کے خوف اور عدم خوف میں) صاحب "ظهیریه" (۲۰) کی طرح میقات مکانی پر قیاس کرتے ہوئے فرق کیا اُس نے خطا کی ہے لیکن "قهستانی" نے (۲۱) میں "محیط" (۲۲) سے بھی (ممنوع احرام میں وقوع کے خوف اور عدم خوف کی) تفصیل کو ذکر کیا ہے۔

بہر حال راجح یہی ہے کہ ممنوع احرام میں واقع ہونے کے خوف اور عدم خوف میں فرق کئے بغیر حج کے مہینوں سے قبل حج کا احرام مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر ممنوعات احرام میں واقع ہونے کا خوف ہے کہ اس سے احرام کی پابندی کا لحاظ نہ ہو سکے گا تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے بلکہ آخری میقات سے احرام باندھنا اُس کے حق میں افضل ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و إلّا فالإحرامَ مِن المیقاتِ أفضلُ بل تأخیرُهٗ إلی آخرِ المواقیتِ علی ما اختارَهٗ ابن أمیر حاج کما قدَّمناه (۲۳)

۱۷۔ جامع الرّموز، کتاب الحجّ، تحت قوله: کُرِهَ إحرامُه قبلَها، ۱/۳۹۱

۱۸۔ تحفة الفقهاء، کتاب المناسك، من شرط الأداء الإحرام، ص ۱۹۱، و قال فیه: و أجمعُوا أنَّ الإحرامَ قبل أشهُرِ الحجّ مکروهٌ الخ

۱۹۔ البحر الرائق، کتاب الحجّ، تحت قوله: صحّ تقدیم علیها، ۲/۵۵۸، ۵۵۹

۲۰۔ الفتاوی الظّهیریة، کتاب الحجّ، فصل فیمن یجب علیه الحجّ إلخ

۲۱۔ جامع الرّموز، کتاب الحجّ، تحت قوله: کُرِهَ إلخ، ۱/۳۹۱

۲۲۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل السّابع، بیان وقت الحج و العمرة، برقم: ۳۳۵۷، ۳/۴۴۷

۲۳۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: و أمِنَ علی نفسِه، ۳/۵۵۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، ورنہ میقات سے احرام باندھنا افضل ہے بلکہ اُسے آخری میقات تک مؤخر کرنا افضل ہے اس بناء پر جسے ابن امیر حاج نے اختیار فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر کیا۔

اور حج کے مہینوں سے قبل احرام مکروہ تحریمی ہے اگر چہ ممنوعاتِ احرام میں وقوع کے خوف سے امن پاتا ہو جیسا کہ ہم نے کُتُبِ فقہ سے ذکر کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲٦ ذوالقعدہ ۱٤۳۰ھ، ١٤ نوفمبر ۲۰۰۹ م 655-F

مکہ میں اقامت پذیر کا اپنے ہوٹل سے احرام باندھ کر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ کو مکہ مکرمہ آئے ہوئے چند دن گزر گئے ہیں ہم لوگوں نے حجِ تمتّع کیا ہے، کراچی سے عمرہ کا احرام باندھا تھا، آ کر عمرہ کر لیا اور ایام حج میں حج کا احرام باندھیں گے، ہمارے ساتھ ایک خاتون ہیں جس نے مکہ مکرمہ میں اپنے ہوٹل سے ہی عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کا طواف اور سعی کی، بالوں کی تقصیر کروا کے احرام کھول دیا، ایسی صورت میں اس کا عمرہ ادا ہوا یا نہیں اور اُس پر کچھ لازم ہو گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی از کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: وہ شخص جو حجِ تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہوا اَب وہ احرام کے حق میں مکی کے حکم میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الضّابطُ فيه: أنّ مَن وَصَلَ إلى مكانٍ صار حكمُه حكمَ أهلِه (٢٤)

٢٤۔ لبابُ المناسك مع شرحه للقاري، باب المواقيت، فصل و قد يتغير الميقات بتغير الحال، ص ٩٤

یعنی، اس میں ضابطہ یہ ہے کہ بے شک جو شخص کسی جگہ پہنچا تو اُس کا حکم وہ ہو گیا جو اُس جگہ کے رہنے والوں کا ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

"و الضّابطُ فيه": أي: القاعدةُ الكُلّيّة في هذا الحكم (٢٥)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول) "اور اس میں ضابطہ ہے" کا مطلب ہے کہ اس حکم میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ (جو شخص کسی جگہ پہنچا اس کا حکم وہ ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے)

اور مکہ کے رہنے والوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ حج کا احرام حرم سے اور عمرہ کا احرام حِل سے باندھیں گے کہ اُن کے لئے حج کی میقات حرم اور عمرہ کی میقات حِل ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فوقتهُ الحرمُ للحجّ، و الحلُّ للعُمرة (٢٦)

یعنی، پس اُس کی میقات حج کے لئے حرم اور عمرہ کے لئے حِل ہے۔

اور یہی حکم ہر اُس غیر مکی شخص کا ہے جو حرم میں داخل ہوا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و كذلك (أي: مثل حكمِ أهلِ الحرم) كلُّ مَن دخَلَ الحرمَ مِن غيرِ أهلِه و إن لم ينوِ الإقامةَ به كالمفردِ بالعُمرةِ، و المتمتّع و الحلال (٢٧)

یعنی، اور اسی طرح (یعنی اہلِ حرم کے حکم کی مثل ہے) ہر اُس شخص کا حکم

٢٥۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب المواقيت، فصل: و قد يتغير الميقات الخ، ص ٩٤

٢٦۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، با ب المواقيت، فصل في الصّنف الثّالث و هم مَن كان منزله في الحرم، ص ٩٣

٢٧۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب المواقيت، فصل في الصّنف الثّالث و هم مَن كان منزلهُ في ا لحرم، ص ٩٣

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے جو اہلِ حرم کے غیر سے حرم میں داخل ہوا اگرچہ اُس نے حرم میں
اقامت کی نیت نہیں کی جیسے مفرد بالعمرۃ اور متمتع اور غیر مُحرم۔

لہٰذا متمتع حج مہینوں میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کرکے مکہ میں ٹھہرا ہے وہ حج کا احرام حرم سے اور عمرہ کا احرام حِل سے باندھے گا اور اگر وہ شخص حج کا احرام حِل سے یا عمرہ کا احرام حرم سے باندھ لے تو اس پر لازم ہوگا کہ حج کے احرام کے لئے حرم کو لوٹے اور عمرہ کے احرام کے لئے حِل کو جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو أحرَمَ أهلُ الحرمِ من الحِلِّ للحجِّ و من الحَرَمِ للعُمرۃ فعلَيهم العَودَ إلى وقتٍ۔ ملخصاً (۲۸)

یعنی، پس اگر حرم کے رہنے والے نے حج کے لئے حِل سے اور عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا تو اُن پر اپنی میقات شرعی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

أی: إلى ميقاتٍ شرعيٍّ لهم لارتفاعِ الحُرمۃِ و سقوطِ الكَفّارۃِ (۲۹)

یعنی، اُن پر اپنی شرعی میقات کو لوٹنا لازم ہے تا کہ حُرمت مرتفع ہو جائے اور کفّارہ ساقط ہو جائے۔

وہ شخص اگر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے قبل حِل چلا جائے اور وہاں جا کر تلبیہ کہہ لے اُس سے دَم ساقط ہو جائے گا چنانچہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

فإنْ عادَ قبلَ شُروعِه فی طوافٍ أو وقوفٍ سَقَطَ إنْ لَبّى (۳۰)

۲۸۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مُجاوَزۃِ الميقات بغيرِ احرام، ص۹۵

۲۹۔ المسلك المتقسط، باب المواقيت، فصل فی مُجاوَزۃِ الميقات بغيرِ إحرام، ص۹۵

۳۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوَزۃِ الميقات بغيرِ إحرام، ص۹۵

یعنی، پس اگر طواف شروع کرنے یا وقوف میں شروع ہونے سے قبل (اپنی میقات کو) لوٹ جائے اور (وہاں جا کر) تلبیہ کہہ لے تو دَم ساقط ہو جائے گا۔

اور اور اگر نہ لوٹے اسی حال میں طوافِ عمرہ شروع کر دے تو اُس پر دَم لازم ہو جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و إنْ لم يَعُودوا فعلَيهم الدَّمُ (۳۱) و الإثمُ لازمٌ لَهُمْ (۳۲)

یعنی، اگر نہ لوٹیں تو ان پر دَم لازم ہے اور انہیں گناہ لازم ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ملا علی قاری کی "شرح نقایہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و فی "شرح النّقانة" للقاری: فلو عكس فأحرَمَ للحجّ من الحِلِّ أو للعُمرۃِ من الحَرَمِ لزِمَه دمٌ إلّا إذا عاد مُلبِّياً إلى الميقاتِ المشرُوعِ له كما فی "اللُّباب" (۳۳)

یعنی، اور ملا علی قاری کی "شرح النّقاية" میں ہے کہ پس اگر عکس کیا پس حج کے لئے حِل سے یا عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا تو اُسے دَم لازم ہو گیا مگر یہ کہ جب اس کے لئے مشروع میقات کی طرف تلبیہ کہتے ہوئے لوٹ آیا (تو دَم ساقط ہو جائے گا) جیسا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی کی کتاب) "اللباب" (۳۴) میں ہے۔

۳۱۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوزۃ الميقات بغير إحرام، ص۹۵

۳۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقيت، فصل فی مجاوزۃ الميقات بغير إحرام، ص۹۵

۳۳۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، مطلب: فی المواقيت، ۳/۵۵٤

۳٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوزۃ الميقات بغير إحرام، ص۹۵

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ:

کسی کہ داخل حرم ست اگر احرام بست از حل برائے حج یا از حرم برائے
عمرہ آثم گردد و لازم باشد بروے کہ عود کند بسوئے مکان مشروع برائے
احرام و اگر عود نہ کرد لازم گردد دم بروے (۳۵)
یعنی، جو شخص داخل حرم ہے اگر حج کے لئے حِل سے یا عمرہ کے لئے حرم
سے احرام باندھ لے تو گنہگار ہو گا اور اُس پر لازم ہے کہ احرام کے
لئے مشروع مکان کی طرف لوٹے، اگر نہ لوٹا تو اُس پر دَم لازم ہو گیا۔

ثابت ہوا کہ غیر مشروع مقام سے احرام باندھتے ہی مرتکب گنہگار ہو جاتا ہے، مقام احرام کو لوٹے یا نہ لوٹے اُس پر توبہ لازم ہو گئی اور اگر نہ لوٹا تو اُس پر دَم بھی لازم ہو گیا اور لوٹ کر دَم ساقط کرنے کا وقت طوافِ عمرہ شروع کرنے اور حج میں وقوفِ عرفات میں شروع ہونے سے قبل ہے، اُس کے بعد بہر صورت دَم لازم ہو گا۔

لہٰذا مذکورہ عورت پر دَم اور توبہ لازم ہے اور دم حدودِ حرم میں دینا لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳ ذوالحجة ۱٤۳۰ھ، ۲۰ نوفمبر ۲۰۰۹م 656-F

مُحرِمہ مکہ آئی پھر میقات سے باہر چلی گئی واپسی کا کیا حکم ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حجِ تمتع کی نیت سے احرام باندھ کر مکہ پہنچی ابھی عمرہ کا طواف ادا نہ کیا تھا کہ ماہواری آ گئی اور شیڈول کے مطابق ایک دن بعد اُسے مدینہ طیبہ روانہ ہونا تھا اور وہ روانہ ہو گئی اور وہاں اُس کا قیام آٹھ روز تھا، پھر واپس مکہ مکرمہ آئی مدینہ طیبہ چونکہ میقات سے باہر ہے

۳۵۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص ٦٢

واپسی پر سب نے مکہ مکرمہ آنا تھا اِس لئے سب نے احرام باندھا اب مذکورہ عورت کیا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: مذکورہ عورت حالت احرام میں ہی رہے گی جب ماہواری سے پاک ہو اور مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو عمرہ ادا کر کے احرام کھولے گی اور میقات سے باہر جانے سے اُس کے احرام میں کوئی فرق نہیں آئے گا جیسے کوئی آفاقی شخص حج کے مہینوں میں حجِ قران کا احرام باندھ کر آئے، عمرہ کے طواف و سعی کے بعد اپنے وطن لوٹ جائے پھر ایام حج میں واپس آئے اور حج ادا کرے تو اس کا قران صحیح قرار پاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لا يُشترط لصحةِ القِران عدمُ الإلمامِ فيصحُّ من كوفيٍّ رجَعَ إلى أهلِهِ بعد طوافِ العُمرةِ (٣٦)

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أي في أشهرِ الحجّ، ثُمّ عادَ إلى مكةَ لكونِه مُحرِمًا و إن ألمّ بأهلِه (٣٧)

یعنی، صحتِ قران کے لئے عدمِ المام شرط نہیں ہے پس کوئی شخص کا قران صحیح ہو جاتا ہے جو حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرے اپنے گھر لوٹ جائے پھر (حج کے لئے) مکہ آئے کیونکہ وہ مُحرِم ہے اگرچہ اُس نے اپنے اہل کے ساتھ المام کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ احرام کے ساتھ میقات سے نکل جانا احرام کو مُضِر نہیں وہ بدستور مُحرِم ہی رہے گا جب واپس آئے گا اُسے میقات سے بغیر کسی نئے احرام کے گزرنا ہو گا کیونکہ احرام تو اُس غیر مُحرِم پر واجب ہوتا ہے جو مکہ کے ارادے سے میقات سے گزرے اور یہ تو پہلے

٣٦۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القِران، فصل: و لا يُشترط إلخ، ص ۲۸۷

٣٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسطه باب القِران، فصل: أي: فيما لا يُشترط فيه، ص ۲۸۷

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہی احرام میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۵ذو الحجۃ ۱٤۲۹ھ، ۱۳دیسمبر۲۰۰۸م 493-F

صرف نیت کر لینے سے احرام والا نہ ہوگا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ شریف سے آتے ہوئے احرام پہنا، ذوالحلیفہ سے نیت کی اور تلبیہ کہنا بھول گیا اور مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کیا، اب یاد آیا کہ میں نے تلبیہ ہی نہیں کہی تو اِس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج وعمرہ میں احرام شرط ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الحجُّ فرضُه ثلاثةٌ الإحرامُ و هو شرطٌ ابتداءً (۳۸)

یعنی، اور حج کے تین فرض ہیں (اُن میں سے پہلا فرض) احرام ہے اور وہ ابتداءً شرط ہے۔

اور احرام میں تلبیہ شرط ہے چنانچہ علامہ زین الدین محمد بن ابی بکر رازی حنفی متوفی ٦٦٦ھ تلبیہ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

و هی مرّةٌ شرطٌ، و الزّیادةُ سنّةٌ (۳۹)

یعنی، اور تلبیہ ایک بار شرط ہے اور ایک بار سے زیادہ سنّت۔

۳۸۔ الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحجّ، ص ١٥٦

۳۹۔ تحفةُ المُلوك فی فقه مذهب الإمام أبی حنیفة النّعمان، کتاب الحجّ، فصل حکمُ التّلبیّة، برقم: ۲۷۸، ص ١٥٨

اس لئے کوئی شخص حج یا عمرہ کی نیت کر لے مگر تلبیہ نہ کہے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے کہ جسے شرع مطہرہ نے تلبیہ کے قائم مقام قرار دیا ہے تو وہ احرام والا نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لا یصیرُ شارعاً فی الإحرام بمجرَّدِ النیّة ما لم یأتِ بالتّلبیة (٤٠)

یعنی، اور صرف نیت کر لینے سے احرام میں شروع ہونے والا نہ ہوگا جب تک تلبیہ نہ کہے۔

اور علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ لکھتے ہیں:

لا یصیرُ مُحرماً بالنیّة ما لم یأتِ بالتّلبیة أو ما یقومُ مقامَها مِن ذکرٍ یقصد به التّعظیم فارسیةً کانتْ أو عربیةً خلافاً للشّافعی (٤١)

یعنی، نیت کرنے سے مُحرم نہ ہوگا جب تک تلبیہ نہ کہے یا وہ نہ لائے جو تلبیہ کے قائم مقام ہے جیسے وہ ذکر کہ جس سے تعظیم کا قصد کیا جائے ذکر چاہے فارسی میں ہو یا عربی میں برخلاف امام شافعی کے۔

لہٰذا اس شخص کا عمرہ ادا نہیں ہوا اُسے چاہئے کہ وہ کسی میقات کو لوٹے وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن جاوزَ وقتَه غیرَ مُحرمٍ ثُمَّ أحرمَ أو لا فعلیه العودُ إلی وقتٍ (٤٢)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا پھر اُس نے احرام باندھا یا نہ باندھا تو اُسے میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

٤٠۔ بدایة المبتدی مع شرحه، کتاب الحج، باب الإحرام، ١۔٢/١٦٦

٤١۔ الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الحجّ، ٢٤١/١

٤٢۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل: فی مجاوزه المیقات بغیر إحرام، ص ٩٤

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اگر وہ میقات کو نہیں لوٹتا اور حِل سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتا ہے تو اس پر دَم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن لم يعد أی مطلقاً فعليه دمٌ أی لمجاوزةِ الوقتِ (٤٣)

یعنی، اور اگر مطلقاً نہ لوٹا تو اس پر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا دَم لازم ہے۔

اور اگر وہ میقات کو نہ لوٹا اور نہ ہی عمرہ یا حج ادا کیا تو اس پر دَم یا احرام کے لئے میقات کو جانا اور عمرہ یا حج کی ادائیگی لازم آئے گی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

مَن دخَلَ أی مِن أهلِ الآفاقِ مكّة أو الحرمَ بغيرِ إحرامٍ فعليه أحدُ النّسكَين أی مِن الحجِّ أو العمرةِ، و كذا دمُ المجاوزة أو العود (٤٤)

یعنی، اہل آفاق میں سے جو مکہ یا حرم بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر دو نُسک حج یا عمرہ میں سے ایک لازم ہے اسی طرح میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا دَم یا میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہے۔

اور جو عمرہ اس نے ادا کیا وہ ادا نہ ہوا کیونکہ اُس نے عمرہ کی نیت کرتے وقت تلبیہ نہ کہی اس طرح وہ احرام والا نہ ہوا، اس لئے کہ جو عمرہ اس نے کیا وہ بغیر احرام کے تھا اور بغیر احرام کے عمرہ یا حج ادا کرنے میں ادا نہیں ہوتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۷ذو الحجة ۱٤۲۹ھ، ۱۵دیسمبر۲۰۰۸م 495-F

٤٣۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل: فی مجاوزه المیقات بغیر إحرام، ص۹۵

٤٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل: فی مجاوزه المیقات بغیر إحرام، ص۹۸

صرف تلبیہ کہہ لینے سے احرام والا نہ ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص نیت کرلے اور تلبیہ نہ کہے تو مُحرم نہیں ہوتا اور جو شخص تلبیہ کہے اور نیت نہ کرے تو کیا مُحرم ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، نور مسجد، میٹھادر)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ہر ایک کے لئے ہر وقت ضروری نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و هی الإرادةُ المُرجِّحةُ لأحدِ المُتَساوِيَينِ لا مطلق العلم فی الأصحّ، و المُعتبرُ فيها عملُ القلبِ الّلازِمِ للإرادةِ، فلا عِبرةَ لِلذِّكرِ باللّسانِ و إن خالفَ القلبَ لأنّه كلامٌ لا نيّةٌ "مجتبی" (٤٥)

یعنی، نیت دو متساوی چیزوں میں سے ایک کے لئے مُرجِّح ارادہ ہے، نیت میں معتبر دل کا عمل ہے جو ارادہ کو لازم ہو، صحیح ترین قول کے مطابق مطلق علم (نیت) نہیں ہے، پس (صرف) زبان کے ذکر کا اعتبار نہیں اگر وہ دل کے مخالف ہو کیونکہ وہ کلام ہے نیت نہیں ہے "مجتبیٰ"۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ النيّةَ عملُ القلبِ لا اللِّسانِ، و إنّما الذِّكرَ باللِّسانِ كلامٌ، و مِن ثَمَّ حُكِيَ الإجماعُ على كونِها بالقلبِ (٤٦)

٤٥۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، ص۵۹

٤٦۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الطّهارة، تحت قول التّنویر: تكفیه النیّة بلسانه ۲/۲٦۵

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، کیونکہ نیت دل کا عمل ہے نہ کہ زبان کا، صرف زبان کے ساتھ ذکر کلام ہے اور اسی لئے نیت کے دل سے ہونے پر اجماع حکایت کیا گیا ہے۔

اور دل کے عمل سے مراد ہے کہ جو کرنا چاہتا ہے اُسے غور و فکر کے بغیر ارادے کے وقت جان لے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و هو أی: عملُ القلبِ أن یَعلمَ عند الإرادةِ بداهةً بلا تأمُّلٍ أیَّ صلاةٍ یُصلّی (۴۷)

یعنی، دل کا عمل یہ ہے کہ ارادے کے وقت بداہۃً بلا تأمُّل جان لے کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔

اور عام حالات میں زبان سے نیت کرنا مستحب ہے، چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و التَّلفُّظُ عند الإرادةِ بها مستحبٌّ هو المختارُ (۴۸)

یعنی، ارادے کے وقت اُس کے الفاظ کو زبان سے ادا کرنا مستحب ہے یہی مختار ہے۔

اور فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ حج کی نیت دل سے کی تو حج درست ہو جائے گا چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فیصحُّ الحجُّ بمطلق النیّةِ لو بقلبِه (۴۹)

یعنی، پس حج مطلق نیت سے درست ہو جائے گا اگرچہ نیت دل سے ہو۔

ہاں جب دل میں نیت مجتمع نہ ہو نیت کرنے والا خود تذبذب کا شکار ہو تو اُس وقت زبان سے نیت کے کلمات کہنا کافی ہوتے ہیں چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلاّ إذا عَجَزَ عن احضارِهِ لهمومٍ اصابَتْهُ فیکفیهِ

۴۷۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیّة إلخ، ص۵۹

۴۸۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیّةُ إلخ، ص۵۹

۴۹۔ الدُّر المختار، کتاب الحجّ، فصل فی الإحرام و صفة المراد بالحجّ، تحت قوله: ثم لبّی و بر صلاته ناویاً بها الحجّ، ص۱۵۹

اللّسانُ "مجتبی" (۵۰)

یعنی، مگر جب پہنچنے والے غموں کی وجہ سے دل میں نیت حاضر کرنے سے عاجز ہو تو اُسے زبانی ذکر کافی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص تلبیہ کہے اور اُس کے دل میں حج یا عمرہ یا صرف احرام کی نیت نہ ہو اور وہ نہ کوئی ایسا کام کرے جسے نیت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہو تو وہ صرف تلبیہ کہنے سے احرام والا نہ ہوگا، چنانچہ شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا شافعی حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

کذا لا یصیرُ مُحرمٌ بالتلبیةِ ما لم یأتِ بالنیّةِ أو ما یقومُ مقامها من الهَدْی (۵۱)

یعنی، اسی طرح تلبیہ کہنے سے احرام والا نہ ہوگا جب تک نیت یا جو نیت کے قائم مقام ہے اُسے نہ لائے جیسے ہدی۔

اس لئے بلا نیت تلبیہ کہنے سے تلبیہ کہنے والا احرام والا نہیں ہوگا اگر ایسا ہوتا تو عام حالات میں خصوصاً حج تربیت کلاسز میں حاجی حضرات جو مناسک سیکھنے آتے ہیں وہ کتنی بار تلبیہ کہتے ہیں وہ سارے کے سارے اسی وقت سے احرام والے ہو چکے ہوتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ، ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۰م 674-F

ماہواری کا اندیشہ ہو تو عورت کس حج کا احرام باندھے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم حجِ قِران کرنا چاہتے ہیں جب کہ ہمارے ساتھ کچھ خواتین بھی ہیں اور ہماری مکہ آمد آخری ایام میں ہوگی اور خواتین میں سے ایک خاتون کے ایام ماہواری عادت کے مطابق احرام کے بعد شروع ہو جائیں گے اب وہ خاتون کس حج کا احرام باندھ کر آئے کہ اس پر عمرہ کی قضاء اور دم

۵۰۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیّةُ ص۵۹

۵۱۔ الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الحجّ، ۲۴۱/۱۰

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لازم نہ ہو کیونکہ مکہ آمد کے بعد اتنا وقت نہیں ہو گا وہ ماہواری سے پاک ہو۔

(السائل: محمد عرفان، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر میقات سے احرام کے ساتھ گزرنا لازم ہے کیونکہ وہ عازمِ مکہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"لَا يُجَاوِزُ أَحَدٌ الْوَقْتَ إِلَّا مُحْرِمٌ" (۵۲)

یعنی، کوئی میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اس لئے اُسے چاہئے کہ وہ حجِ افراد کا احرام باندھ لے کیونکہ اگر حج تمتع یا حج قران کا احرام باندھے گی تو ماہواری کی وجہ سے اُسے عمرہ چھوڑنا پڑے گا اور اُس پر عمرہ کی قضا اور دَم لازم آجائے گا، جب کہ حج افراد کا احرام باندھنے کی صورت میں عمرہ کا ترک لازم نہیں آئے گا بلکہ وہ مکہ پہنچ کر حالتِ احرام میں ٹھہری رہے پھر جب حاجی منیٰ کو روانہ ہوں اُن کے ساتھ منیٰ روانہ ہو جائے اِس طرح تمام افعالِ حج ادا کرے، صرف اِس حالت میں طوافِ زیارت نہیں کرے گی جب پاک ہو جائے تب طوافِ زیارت کرے اگر چہ بارہ ذوالحجہ کا سورج غروب ہو جائے اور اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا، ہاں اگر بارہ تاریخ کے غروبِ آفتاب سے قبل پاک ہوئی اور غسل کر کے غروب سے قبل طواف کے چار پھیرے دے سکتی تھی اور اُس نے ایسا نہ کیا تو اُس پر تاخیر کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۲ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۰ نوفمبر ۲۰۰۸م 475-F

۵۲۔ اِن کلمات کو امام ابن شیبہ نے "المصنَّف" کے کتاب الحج، باب (۴۳۷) مَن قال: لا یجاوز أحدٌ إلخ (برقم: ۱۵۷۰۲، ۱۱/۴۳۵) میں عن سعید بن جبیر عن ابن عباس اِن الفاظ سے روایت کیا ہے کہ
"لَا تَجُوزُوا الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ"
یعنی میقات سے نہ گزرو مگر احرام کے ساتھ

نیند میں منہ سے نکلنے والا پانی ناپاک نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حالتِ احرام میں سو رہا تھا اور نیند میں اُس کے منہ سے پانی نکلا اور اُس کے احرام کی چادر پر لگ گیا اب اُسے وہ چادر کا اتنا حصہ دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ سوئے ہوئے شخص کے منہ سے نکلنے والا پانی ناپاک نہیں ہے چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ماءُ فم النّائم الذی یَسِیْلُ مِن فیه طاهرٌ هو الصَّحیحُ (۵۳)

یعنی، سوئے ہوئے شخص کے منہ کا وہ پانی جو اس کے منہ سے بہے پاک ہے یہی صحیح (قول) ہے۔

لہٰذا اس شخص پر احرام کی چادر دھونا لازم نہیں اور اگر دھو لے تو اچھا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی پاک چیز مثلاً سالن وغیرہ کپڑوں پر گر جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۶ ذو القعدہ ۱۴۳۱ھ، ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۰م 675-F

احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا احرام کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک

۵۳۔ خلاصة الفتاوی، کتاب الطّهارات، الفصل السّابع فیما یکون نجساً و ما لا یکون، نوع منه، ۱/۴۵

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شخص احرام کی چادریں پہن کر نیت کرنے سے قبل اپنے ہاتھوں پر عطر لگاتا ہے اس کے بعد وہ نیت کرلیتا ہے نیت کے بعد اس کے ہاتھ اس کے جسم یا احرام کے جس حصے پر لگیں گے وہاں یہ خوشبو بھی لگ جائے گی تو اس صورت میں اُس پر کچھ لازم تو نہیں ہوگا؟

(السائل: شوکت علی قادری ولد حاجی چاند میاں قادری از کاروانِ اسلامی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام سے قبل لگی ہوئی خوشبو احرام کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ لگ جائے تو اُس پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ الحلالَ لو طَيَّبَ عُضواً ثُمّ أحرَمَ فانتقَلَ مِنه إلى آخر فلا شيءَ عليه اتفاقاً (٥٤)

یعنی، کیونکہ غیر مُحرِم اگر کسی عضو کو خوشبو لگائے پھر احرام باندھ لے اُس کے بعد وہ خوشبو اُس عضو سے دوسرے عضو کی طرف منتقل ہو جائے تو بالاتفاق اُس پر کچھ نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٢ ذو الحجة ١٤٢٩هـ، ٢٩ نوفمبر ٢٠٠٨م 485-F

حالتِ احرام میں سر پر سامان اُٹھانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ سر پر سامان اُٹھائے ہوئے چل رہے تھے، کیا اِس صورت میں انہوں نے اپنے سروں کو نہیں ڈھکا ہے اور اگر ڈھکا ہے تو اُن پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد فیصل قتانی، مکہ مکرمہ)

٥٤۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ باب الجنايات، تحت قوله: إن طيّب عضواً، ٢/٦٥٣

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سر ڈھکنے سے مراد ایسی چیز سے سر ڈھکنا ہے کہ جس سے عادۃً سر ڈھکا جاتا ہے اور اس طرح ڈھکنا کہ جس طرح عادۃً ڈھکا جاتا ہے اور سامان یا گھٹڑی وغیرہ سر پر اُٹھانے سے کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ شرعاً وعرفاً اوڑھنا نہیں کہا جاتا چنانچہ امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۲۹۲ھ (٥٥) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (٥٦) نقل کرتے ہیں:

لو حمَلَ المُحرِمُ على رأسِه شيئًا يلبَسُه النّاسُ يكون لابساً، و إنْ كان لا يلبَسه النّاسُ كالإجّانَةِ و نحوِها فلا

یعنی، اگر سر پر ایسی چیز اُٹھائی کہ لوگ اُسے پہنتے ہیں تو پہننے والا ہوگا اور اگر لوگ اُسے نہ پہنتے ہوں جیسے ٹب وغیرہ تو (پہننے والا) نہیں ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

فإنّ الذى رأيتُهُ فى عدّةِ كُتُبٍ أنّه لو غطّى رأسَه بغيرِ مُعتادٍ كالعِدلِ و نحوِه لا يلزَمُ شيءٌ، فقد أطلقُوا عدمَ اللُّزُومِ، و قد عدَّ ذلك فى "اللباب" مِن مُباحاتِ الإحرام (٥٧)

یعنی، بے شک وہ جو میں نے متعدد کُتب میں دیکھا (وہ یہ ہے کہ) اس نے سر کو اگر غیر معتاد جیسے گٹھڑی وغیرہ سے ڈھانپا تو اُسے کوئی شے لازم نہیں، فقہاء نے عدمِ لزوم کو مطلق ذکر کیا ہے اور "لباب" (٥٨) میں اسے مُباحاتِ احرام میں ذکر کیا ہے۔

٥٥۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحرام، مطلب: فيما يحرمُ بالإحرام و ما لا يحرمُ، تحت قوله: ما لم يمتدّ يوماً و ليلةً الخ، ٢/٥٧٠

٥٦۔ فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الحجّ، ١/٢٨٦

٥٧۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحرام، مطلب: فيما يحرمُ الإحرام الخ، تحت قوله: ما لم يمتدّ إلخ، ٢/٥٧٠

٥٨۔ لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الإحرام، فصل فى مباحاته ص ١٣٧

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اورعلامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أمّا بِحَمْلِ إجّانَةٍ أو عِدلٍ فلا شيءَ عليه (٥٩)

یعنی، مگر(احرام میں)ٹب (یا تھالہ)یا گٹھڑی اُٹھانے کے سبب اُس پر کچھ لازم نہیں۔

علامہ حصکفی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

لو حَمَلَ على رأسِهِ ثياباً كان تغطيةً لا حَمْلُ عِدْلٍ و طَبَقٍ (٦٠)

یعنی، اگر اپنے سر پر کپڑے اُٹھائے تو یہ(سرکو)ڈھکنا ہے نہ کہ گٹھڑی اور تھال اُٹھانا۔

اورعلامہ عبدالقادر رافعی حنفی (علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نے ''مناسک ملاعلی قاری'' پر اپنے حاشیہ "ارشاد السّاری" (٦١) میں اسے کچھ الفاظ کے تغیر سے نقل کیا ہے اور فرمایا علامہ حنیف الدین مرشدی نے اِسے "لباب المناسك" کی شرح میں لکھا ہے) لکھتے ہیں:

قال المرشدي: لو كانت الثّياب في بُقجَةٍ، و كانت مشدُودَةً شَدًّا قويًا، بحيثُ لا يحصلُ منها تغطيةٌ، فلا كراهةَ في حَمْلِها و لا جزاءَ، و إلا فيكرهُ و يجبُ الجزاءُ، لأنّه تغطيةٌ اھ سندي، و هذا دالٌّ على أنّه لو غطّى رأسَه بغيرِ المعتادِ لا يلزَمُه شيءٌ و لو يوماً أو ليلةً (٦٢)

یعنی، علامہ حنیف الدین مرشدی حنفی نے فرمایا کہ کپڑے اگر گٹھری میں

٥٩۔ الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو سَتَرَ رأسَه، ص١٦٦

٦٠۔ الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الرّأس، ص ١٥٩

٦١۔ إرشاد السّاري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الإحرام، فصل في مباحاته، ص١٣٧

٦٢۔ تقريرات الرّافعي على الدُّرّ و الرّد، كتاب الحجّ، مطلب: فيما يحرُمُ بالإحرام و ما لا يحرُمُ، تحت قوله: لو حمَلَ على رأسِه إلخ، ٥٦٩/٢

ہوں اور سخت مضبوط باندھے ہوئے ہوں اِس طرح کہ اُن سے ڈھانپا نہ پایا جائے تو اُن کے اٹھانے میں نہ کراہت ہے اور نہ جزاء، ورنہ مکروہ ہے اور جزاء واجب ہے کیونکہ وہ ڈھانپا ہے اھ سندھی، اور یہ عبارت اِس پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر سر کو غیر معتاد طور پر ڈھکا جائے تو اُس سے کچھ لازم نہ ہوگا ڈھکنا اگرچہ ایک دن یا رات ہو۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ١١ ذوالحجة، ١٤٣٠ھ، ٢٨نوفمبر ٢٠٠٩ م 662-F

حاجی تلبیہ پڑھنا کب موقوف کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ حج میں حاجی تلبیہ کب منقطع کرے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: حج میں حاجی جمرۂ عقبہ کو رمی کرتے وقت پہلی کنکری کے ساتھ تلبیہ منقطع کرے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

يقطَعُ التّلبيةَ معَ أوّلِ حصاةٍ يَرميها مِن جمرةِ العَقَبةِ في الحجِّ الصّحيحِ و الفاسدِ سواءٌ كان مفرداً أو مُتمتِّعاً أو قارناً (٦٣)

یعنی، پہلی کنکری پر جو جمرۂ عقبہ کو مارتا ہے اُس پر تلبیہ ختم کرے گا حج صحیح ہو یا فاسد، برابر ہے کہ حج کرنے والا مفرد بالحج ہو یا متمتع یا قارن۔

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا هو الصّحيحُ مِن الرّوايةِ على ما ذكره "قاضيخان" و

٦٣۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب مناسك منىً، فصل: في قطع التّلبية، ص ٢٤٩

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"الطَّرابلسی" (٦٤)

یعنی، یہی صحیح روایت ہے اِس بنا پر کہ جسے "قاضیخان" (٦٥) اور "طرابلسی" نے ذکر کیا۔

اور جس نے رمی سے قبل حلق کروایا وہ حلق کرواتے پر تلبیہ کو منقطع کر دے گا اور جس نے رمی، حلق اور ذبح سے قبل طوافِ زیارت کرلیا وہ بھی تلبیہ منقطع کر دے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو حلقَ قبلَ الرَّمی أو طاف قبلَ الرَّمی و الحلقِ و الذَّبح قَطَعَها (٦٦)

یعنی، اگر رمی سے قبل حلق کروایا یا رمی، حلق اور ذبح سے قبل طوافِ زیارت کیا وہ تلبیہ کو منقطع کر دے گا۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أمّا بعدَ الحلقِ قبلَ الرَّمی فبالاتفاقِ، و أمّا بعدَ طوافِ الزِّیارۃِ قبلَ الرَّمی و الحلقِ فعلی قولِ أبی حنیفۃَ و محمدٍ (٦٧)

یعنی، مگر حلق کے بعد رمی سے قبل تلبیہ منقطع کرنا تو بالاتفاق ہے اور طوافِ زیارت کے بعد رمی وحلق سے قبل (تلبیہ منقطع کرنا) تو وہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے قول کی بنا پر ہے۔

اور اگر کسی شخص نے نہ رمی کی، نہ حلق اور نہ طوافِ زیارت یہاں تک کہ سورج غروب

٦٤۔ المسلکُ المتقسّط فی المنسک المتوسّط، باب مناسک منی، فصل: فی قطع التلبیۃ، تحت قولہ: أو متمتعاً أو قارناً، ص ٢٤٨

٦٥۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، فصل فی کیفیۃ الحجّ، ١/٢٩٥

٦٦۔ لُباب المناسک، باب مناسک منیً، فصل: فی قطع التَّلبیۃ، ص ٢٤٩

٦٧۔ المسلکُ المتقسّط فی المنسک المتوسّط، باب مناسک منیً، فصل: فی قطع التّلبیۃ، تحت قولہ: و لو حلق قبل الرَّمی إلخ، ص ٢٤٩

ہو گیا تو وہ غُروبِ آفتاب پر تلبیہ منقطع کر دے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إنْ لم یرمِ حتّی زالتِ الشَّمسُ لم یقطعْها حتّیٰ یَرمی إلّا أن یغیبَ الشَّمسُ یومَ النَّحرِ فحینئذٍ یقطعُها (٦٨)

یعنی، اور اگر رمی نہ کی یہاں تک کہ زوال کا وقت ہو گیا تو وہ تلبیہ کو منقطع نہیں کرے گا یہاں تک کہ رمی کرے مگر یہ کہ یوم نحر (دسویں تاریخ) کا سورج غروب ہو جائے تو وہ اُس وقت تلبیہ منقطع کر دے گا۔

اِس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

هذا مرویٌّ عن أبی حنیفۃَ، و کأنّہ رضی اللہ عنہ راعی جانبَ الجوازِ فی الجُملۃِ، و إنْ فاتَہ وقتَ السُّنَّۃِ، و عن محمدٍ ثلاثُ روایاتٍ فظاهرُ الرِّوایۃِ کأبی حنیفۃَ (٦٩)

یعنی، یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے گویا کہ آپ نے فی الجملہ جانبِ جواز کی رعایت فرمائی اگر چہ اُس سے وقتِ سنّت فوت ہو گیا اور امام محمد سے تین روایات ہیں پس ظاہر الروایۃ امام ابو حنیفہ (کے قول) کی مثل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٢٨ ذو الحجۃ، ١٤٣٠ھ، ١٧ نوفمبر ٢٠٠٩ م F-665

کعبہ معظّمہ پر پہلی نظر پڑے تو کونسی دعا مانگے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج میں

٦٨۔ لُباب المناسک مع شرحہ للقاری، باب مناسک منیً، فصل: فی قطع التَّلبیۃ، ص ٢٤٩

٦٩۔ المسلکُ المتقسّط فی المنسک المتوسّط، باب مناسک منیً، فصل: فی قطع التَّلبیۃ، ص ٢٤٩

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہم دُعا کونسی ہے اور اہم ذکر کیا ہے کہ کعبہ معظّمہ پر پہلی نظر پڑنے کے وقت مانگی جائے۔

(السائل محمد سلیم بن عبدالکریم از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: ایامِ حج میں مختلف مواقع پر مختلف دعائیں واذکار منقول ہیں جو کُتُبِ احادیث وفقہ اور خصوصاً کُتُبِ مناسک میں مذکور ہیں لیکن فقہاءِ کرام نے کعبہ پر پہلی نظر پڑنے کے وقت بلا حساب طلبِ جنت اور حضور ﷺ پر درود کو اہم قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سے لکھتے ہیں:

و فی "الفتح": من أهمّ الأدعيةِ طلبُ الجنّةِ بلا حسابٍ و الصّلاةُ على النّبيّ ﷺ هنا مِن أهمّ الأذكارِ، كما ذكره الحلبيُّ في "مناسكه" اهـ (۷۰)

یعنی، فتح القدیر (۷۱) میں ہے کہ دُعاؤں میں سے اہم دُعا بلا حساب جنت طلب کرنا ہے اور نبی ﷺ پر درود شریف بھیجنا یہاں اذکار میں سے اہم ذکر ہے جیسا کہ حلبی نے اپنی "مناسك" (۷۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔

واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۳ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۱ نوفمبر ۲۰۰۸م 476-F

۷۰۔ ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: في دُخولِ مكّة تحت قوله: لئلا يقع نوع إلخ، ۲/۵۷۵

۷۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و محمد رَحِمَهُ اللهُ لم يعيّن في "الأصل" إلخ، ۲/۳۲۵، و نهاية كلامه عند قوله: "بلا حساب"

۷۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد ابن الموقت جو ابن امیر حاج حَلبی حنفی (ت ۸۷۹ھ) کے نام سے معروف ہیں مناسک حج کے بیان میں آپ کی کتاب کا نام "داعی منار البیان للنُّسُکین بالقرآن" ہے جیسا کہ "کشف الظنون" (۲/۱۸۲۹) اور "الضوء اللامع" (۹/۲۱۰) میں ہے۔

حاجی یا مُعتمِر اپنا دایاں کندھا کب کھولے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ مسجد الحرام میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنا دایاں کندھا کھول دیتے ہیں، اُن کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: چادر کے سیدھے آنچل کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو "اضطباع" کہتے ہیں، مسجد الحرام میں داخل ہونے سے قبل ہی اضطباع کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إنّما يسنُّ الاضطباع حالَ الطَّوافِ فقط خلافاً لتوهّمة العوامّ مِن مباشرته في جميع أحوالِ الإحرام (۷۳)

یعنی، "اضطباع" فقط حالتِ طواف میں مسنون ہے برخلاف عوام الناس کے وہم کے کہ اضطباع احرام کے جمیع احوال میں ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و ليس كما يتوهّمهُ العوامّ مِن أنّ الاضطباعَ سنّةٌ جميع أحوالِ الإحرام (۷٤)

یعنی، ایسا نہیں ہے کہ جیسا عوام الناس گمان کرتے ہیں کہ "اضطباع" احرام کے تمام احوال میں مسنون ہے۔

۷۳۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: ثُمّ يتجرّدُ عن الملبوس، تحت قوله: و رداءٌ ص ۱۱۰

۷٤۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل في صفة المشروع في الطّواف، تحت قوله: بقليلٍ، ص ۱٤۲

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ

وھو مُوھِمٌ أنَّ الاضطباع یُستحبُّ مِن أوَّلِ الإحرام، وعلیه العوامُ، و لیسَ کذلك فإنَّ محلَّه المنسون قبیلَ الطّوافِ إلی إنتھائِه لا غیرُ اھ (۷۵)

یعنی، یہ وہم ہے کہ ''اضطباع'' اول احوال احرام سے مستحب ہے اور اس پر عوام ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے پس بے شک اس کا مسنون محل طواف سے کچھ پہلے سے اس کے اختتام تک ہے نہ کہ اس کا غیر۔

اور ''اضطباع'' کے وقت کے بارے میں فقہاء کرام کے دو اقوال ہیں ایک یہ کہ طواف شروع کرنے کے ساتھ ہی ''اضطباع'' کیا جائے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بل الاضطباعُ معَ دُخولِه فی الطّوافِ علی ما صرّح به "الطرابلسی" وغیرُه (۷٦)

یعنی، بلکہ ''اضطباع'' طواف میں داخل ہونے کے ساتھ مسنون ہے اس بنا پر کہ جس کی ''علامہ طرابلسی'' وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ینبغی أن یضطبعَ قبلَه بقلیلٍ (۷۷)

یعنی، چاہیے کہ اس سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرے۔

اور جن کا قول یہ ہے کہ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرے اُن کے نزدیک بھی

۷۵۔ ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، فصل فی الإحرام، تحت قوله: و یُسَنُّ أن یُدخِلَه الخ، ۳/۵۵۱

۷٦۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مکة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، تحت قوله: بقلیلٍ، ص ۱٤۳

۷۷۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مکّة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إذا أراد الشّروع فیه، ص ۱٤۳

تھوڑا پہلے اضطباع کرنے میں حرج نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لکن قَالَ: لو اضطبعَ قبلَ شُروعِه فی الطّوافِ بقلیلٍ فلا بأسَ به (۷۸)

یعنی، لیکن فرمایا: اگر طواف میں شروع ہونے سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ افضل کیا ہے؟ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرنا یا اس سے تھوڑا پہلے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ طرابلسی حنفی کی تصریح کے مطابق افضل یہ ہے کہ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرے اور امام کمال الدین ابن ہمام کی تصریح کے مطابق افضل یہ ہے کہ اس سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ھذا یقتَضِی أفضلیةَ المَعِیَّةِ وَ مَا ذَکرَہُ فی "الأصلِ" مطابقٌ لِمَا قَالَه ابنُ الھمام: فیُفیدُ أفضلیةَ القَبلِیَّةِ فبینَھُما تباینٌ فی الجُملة (۷۹)

یعنی، یہ (علامہ طرابلسی کی تصریح) معیّت کی افضیلت کا تقاضا کرتی ہے اور وہ جو اصل میں ذکر کیا وہ اُس کے مطابق ہے جو ابن ہمام نے فرمایا، پس وہ قبلیّت کی افضیلت کا فائدہ دیتی ہے، پس دونوں میں تباین ہے۔

أقولُ: دونوں میں موافقت اس طرح ہوگی جب بھیڑ کم ہو تو ''علامہ طرابلسی'' کے قول کے مطابق عمل کیا جائے یعنی شروعِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کیا جائے اور جب بھیڑ ہو تو ''ابن ہمام'' کے قول پر عمل کیا جائے یعنی طواف شروع کرنے سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کیا جائے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۸ ذوالقعدہ ۱٤۳۰ھ، ۱٦ نوفمبر ۲۰۰۹م 652-F

۷۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مکة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف الخ، تحت قوله: بقلیلٍ، ص ۱٤۳

۷۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مکّة، فصل فی صفة الشّروع أو الطّواف الخ، تحت قوله: بقلیلٍ، ص ۱٤۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اضطباع کتنے پھیروں میں کرے؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ عمرہ میں ''اضطباع'' تمام پھیروں میں کیا جائے یا صرف رَمَل کی طرح شروع کے تین پھیروں میں کیونکہ ایک شخص بحث کررہا تھا کہ ''اضطباع'' صرف تین پھیروں میں ہے جب کہ ہم نے علماءِ کرام سے سنا تھا کہ ''اضطباع'' تمام پھیروں میں ہے؟

(السائل: محمد جاوید از لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ''اضطباع'' جس طواف میں مسنون ہے اس کے تمام پھیروں میں مسنون ہے نہ کہ صرف تین میں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و فی "شرح اللُّباب": و اعلم أنَّ الإضطباعَ سنّةٌ فی جمیع أشواطِ الطَّوافِ کما صرَّحَ به "ابنُ الضِّیاء" (۸۰)

یعنی، ''شرح اللباب'' (۸۱) میں ہے اور جان لے کہ ''اضطباع'' طواف کے تمام پھیروں میں سنّت ہے جیسا کہ (قاضی ومفتی حرمِ مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد) ابن الضیاء (حنفی متوفی ۸۵۴ھ) نے (اپنی کتاب "البحر العمیق" میں) (۸۲) اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۸۰۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قوله: قبل شروعه ۳/۵۷۹

۸۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مکة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف، ص۱٤۲

۸۲۔ البحر العمیق، الباب العاشر فی دخول مکة المشرفة إلخ، فصل فی بیان أنواع الأطوفة، سُنَن الطّواف، ۲/۱۱٦۸

سیوم اضطباع در جمیع اشواط طوافے کہ بعد از وی سعی است اگر چہ طواف حج باشد یا عمرہ (۸۳)

یعنی، تیسری سنت ہر اُس طواف کے تمام پھیروں میں اضطباع ہے کہ جس کے بعد سعی ہے اگر چہ طوافِ حج ہو یا طوافِ عمرہ۔

اور ''اضطباع'' میں تین پھیروں کا وہم رَمَل کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ رَمَل صرف تین پھیروں میں مسنون ہے اس لئے قائل کو شبہ ہوا کہ شاید ''اضطباع'' بھی صرف تین پھیروں میں ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ

"والاضطباع" أی: فی جمیعِ أشواطِ الطَّوافِ الّذی سنَّ فیه کما صرَّحَ به "ابنُ الضِّیاء" خلافاً لما توهّمهُ قوله: "و الرَّمل فی الثّلاثة الأول" لأنَّ المتبادرَ أنَّ الظرفَ قیدٌ لهما (۸٤)

یعنی، ''اضطباع'' مسنون ہے یعنی اس طواف کے تمام پھیروں میں جس میں یہ مسنون ہے جیسا کہ (قاضی ومفتی حرمِ مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد) ابن الضیاء (حنفی) نے اِس کی تصریح فرمائی برخلاف اس کے جو (صاحبِ لُباب کے) اِس قول سے اِس (یعنی تین پھیروں میں اضطباع) کا وہم کیا (اور وہ قول یہ ہے کہ) ''اور رمل کے پہلے تین پھیروں میں'' کیونکہ متبادر یہ ہے کہ ظرف دونوں (یعنی اضطباع ورمل) کے لئے قید ہے۔

لہٰذا تمام یا بعض پھیروں میں ترکِ اضطباع مکروہ ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

۸۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیان طواف و انواع آں، فصل دویم دربیان شرائط صحۃ طواف، امّا سُنَن طواف، ص ۱۲۱

۸٤۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة فصل فی سُنَن الطّواف، ص ۱۷٦

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنت است اضطباع در جمیع اشواط طواف پس اگر ترک کرد او را در بعض

اشواط مکروہ باشد(۸۵)

یعنی، طواف کے پھیروں میں اضطباع سنت ہے پس اگر اسے بعض

پھیروں میں ترک کر دیا تو مکروہ ہوا۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کہ ترکِ سنت کی وجہ سے لازم آئی ہے اور مرتکب پر اسائت لازم آئے گی۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذو القعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۹م F-650

طوافِ زیارت میں اضطباع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اضطباع طوافِ عمرہ میں تو مسنون ہے مگر طوافِ زیارت میں اس کا حکم کیا ہوگا کیونکہ حاجی جب طوافِ زیارت کے لئے آتا ہے تو وہ حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام کھول چکا ہوتا ہے پھر کبھی وہ منیٰ میں ہی کپڑے بدل لیتا ہے کبھی مکہ مکرمہ آکر بدلتا ہے پھر کبھی تو سیدھا مسجدِ حرام چلا جاتا ہے طوافِ زیارت کر کے ہوٹل آتا ہے کبھی ہوٹل سے کپڑے تبدیل کر کے وہ طوافِ زیارت کو جاتا ہے پھر کبھی وہ حج کو روانگی سے قبل احرام کے بعد نفلی طواف کر کے حج کی سعی کر چکا ہوتا ہے اور کسی حاجی نے ابھی سعی کرنی ہوتی ہے، اِن تمام صورتوں میں اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل محمد ریحان بن أبی بکر، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اِس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں جیسا کہ سوال سے بھی ظاہر ہے اِس لئے ضروری ہے کہ ہر صورت الگ الگ لکھ کر اُس کا حکم لکھا جائے۔

۸۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیۃ اداء طواف، ص ۱۲۶

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ حاجی اگر حج کا احرام باندھ کر نفلی طواف کے بعد سعی کر کے منیٰ روانہ ہوا تھا تو طوافِ زیارت میں اُس کے لئے ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے، چاہے حالتِ احرام میں سعی کرے یعنی احرامِ حج سے فارغ ہونے سے قبل طواف کرے، حلق یا تقصیر کے ذریعے احرامِ حج سے فارغ ہونے کے بعد سلے ہوئے کپڑوں میں طواف کرے یا اَن سلے کپڑوں میں کیونکہ فقہاء کرام کا قول ہے کہ ''اضطباع'' ہر اس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو اور اِس طواف کے بعد سعی نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و هُو سنّةٌ فی کلِّ طوافٍ بعدَہ سعیٌ (۸۶)

یعنی، ''اضطباع'' ہر اس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اضطباع در جمیع اشواط طوافے کہ بعد از وی سعی است اگر چہ طواف حج باشد یا طواف عمرہ(۸۷)

یعنی، ''اضطباع'' ہر اُس طواف کے تمام پھیروں میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو اگر چہ طوافِ حج ہو یا طوافِ عمرہ۔

اور ملا علی قاری حنفی نے طواف میں ''اضطباع'' کے مسنون ہونے کے بارے میں لکھا کہ

کطوافِ القُدوم و العمرۃ، و طواف الزّیارۃ علی تقدیرِ تأخیرِ السّعي (۸۸)

یعنی، جیسے طوافِ قدوم، طوافِ عمرہ اور طوافِ زیارت بر تقدیر تاخیرِ سعی۔

۸۶۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فی دُخولِ مکّة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّوافِ الخ، ص ۱۴۳

۸۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم در ذکر صفة دخول مکه معظمه، فصل دویم در بیان شرائط صحة الطواف، ص ۱۲۱

۸۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مکّة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إذا أراد الشّروع، تحت قوله: سنّة فی کلّ طواف إلخ، ص ۱۴۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و اگر وصل نموده بود سعی را بطواف قدوم مسنون نباشد در طوافِ زیارت(۸۹)

یعنی، سعی کو طوافِ قدوم کے ساتھ ملایا تھا تو طواف زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے۔

کیونکہ ''رَمل'' اور ''اضطباع'' بغیر سعی کے معتبر نہیں ہیں چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

لأنَّ الرَّملَ و الاضطباعَ غیرُ معتبرٍ بدون السَّعیِ (۹۰)

یعنی، کیونکہ ''رمل'' اور ''اضطباع'' سعی کے بغیر معتبر نہیں ہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ حاجی نے حج کی سعی پہلے نہیں کی تھی اور وہ حلق یا تقصیر کروانے کے بعد سلے ہوئے کپڑے پہن کر طوافِ زیارت کو آیا تو اس صورت میں بھی اُس پر ''اضطباع'' نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی او رملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

"و فیہ رملٌ لا اضطباع" أی إن کان لابساً کما سبق "و بعدہ"

أی: بعد طواف الزّیارۃ "سعیٌ" (۹۱)

یعنی، اور طوافِ زیارت میں رمل ہے نہ کہ اضطباع یعنی اگر وہ سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور اس کے بعد یعنی طوافِ زیارت کے بعد سعی ہے۔

۸۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیۃ اداء طواف، ص ۱۲۶

۹۰۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب أنواع الأطوفۃ تحت قولہ: لفساد المعنی، ص ۱۵۸

۹۱۔ لُباب المناسك و شرحہ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفۃ، ص ۱۵۷

بعض فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی "لباب" (۹۲) سے نقل کرتے ہیں کہ

و فیہ: و أمّا الاضطباعَ فساقطٌ مطلقاً فی ھذا الطّوافِ اھ سواءٌ سَعَی قبلَہ أو لا (۹۳)

یعنی، ''لباب'' میں ہے کہ مگر ''اضطباع'' تو وہ اس طواف میں مطلقاً ساقط ہے، اھ، برابر ہے کہ اس سے قبل سعی کی ہو یا نہ کی ہو۔

فقہاء کرام کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر حاجی اِس طواف سے قبل احرام کھول دیتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیتا ہے اور ایسی حالت میں ''اضطباع'' کے مسنون ہونے کا قول کسی نے بھی نہیں کیا چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ ''بحرالرائق'' میں ہے کہ:

أنّہ لا یسنُّ فی طوافِ الزِّیارۃِ، لأنّہ قد تحلّلَ من إحرامِہ و لبِسَ المخیطَ (۹٤)

یعنی، طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے کیونکہ حاجی احرام سے فارغ ہوگیا اور اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما اضطباع در طوافِ زیارت پس بدانکہ طوافِ زیارت ادا کردہ می شود بعد از تحلّل بحلق رأس و دران وقت جائز می شود او را لبس مخیط پس اگر لبس مخیط کرد چنانکہ قمیص و جبہ و مانند آن ممکن نباشد اضطباع(۹۵)

۹۲۔ لُباب المناسك مع شرحہ للقاری، باب طوافِ الزّیارۃ، ص ۲۵٦

۹۳۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی طوافِ الزّیارۃ، تحت قولہ: إن کان سعی قبل، ۳/٦۱٤

۹٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مکۃ، فصل فی صفۃ الشُّروع فی الطّواف إذا أرادَ الشُّروعَ فیہ، ص ۱٤۳

۹۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیۃ اداء طواف، ص ۱۲۵، ۱۲٦

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، مگر طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' پس جان لے کہ طوافِ زیارت سر منڈوانے کے ذریعے احرام سے نکلنے کے بعد ادا کیا جاتا ہے اور اس وقت اُسے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہوتے ہیں، پس اگر اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے جیسا کہ قمیص و جبہ وغیرہا تو اس کے لئے ''اضطباع'' ممکن نہ ہوگا۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ حاجی نے پہلے سعی نہیں کی تھی اور حلق یا تقصیر کے ذریعے حج کا احرام کھول دیا اور سلے ہوئے کپڑے پہننے سے قبل اُن احرام کی چادروں میں طوافِ زیارت کیا تو اس صورت میں بھی حاجی ''اضطباع'' کرے گا "مناسك ملا علی قاری" کی عبارت سے یہی مستفاد ہے چنانچہ ملا علی قاری نے "لباب" کی عبارت کہ ''اضطباع'' اُس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو'' کے تحت اس کی مثالوں میں طوافِ زیارت کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ

و بفرض أنّه لم يكن لابساً (٩٦)

یعنی، (طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' اس وقت سنت ہے جب) ہم فرض کریں کہ اس نے سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ حاجی نے پہلے سعی نہ کی تھی اور حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہونے سے قبل طوافِ زیارت کو آیا تو طواف میں ''اضطباع'' مسنون ہوگا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لبس مخیط نکرد پس اگر تقدیم نمودہ است سعی را متصل طوافِ قدوم بلکہ وصل نمود سعی را با طوافِ زیارت مسنون باشد اضطباع در وی(۹۷)

٩٦۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل في صفة الشروع في الطواف إذا أراد الشروع فيه، ص١٤٣

٩٧۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیة اداء طواف، ص١٣٦

یعنی، اگر سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے پس اگر سعی طوافِ قدوم کے ساتھ پہلے نہیں کی بلکہ طوافِ زیارت کے ساتھ کی تو اس (طوافِ زیارت) میں ''اضطباع'' مسنون ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٢٦ ذوالقعده ١٤٣٠ھ، ١٤ نوفمبر ٢٠٠٩م 53-F

سلے ہوئے کپڑے پہننے والے کا اضطباع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ عمرہ اور طوافِ قُدوم میں ''اضطباع'' مسنون ہے مگر وہ شخص جس نے کسی عذر کی وجہ سے اَن سلے کپڑے نہیں پہنے، اُس کے لئے اِس سنّت کی ادائیگی کس طرح ممکن ہوگی، آیا وہ اُسے چھوڑ دے یا ادا کرے اور اگر ادا کرے تو کس طرح ادا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے شخص پر اِس سنّت کی ادائیگی نہیں ہے اور اگر ادا کرنا چاہے تو فقہاء کرام نے لکھا کہ وہ ''اضطباع'' کرنے والوں کے ساتھ مشابہت کرے، وہ اِس طرح کہ چادر کا درمیان اپنی داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اُس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دے اور یہ پھر فرمایا کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ اس طرح کر لینا چاہئے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۹۸) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۹۹) نقل کرتے ہیں:

و لكن مَن لَبِس المخيطَ بِعُذرٍ هل يُسَنُّ في حقّه التَّشَبُّه بِه؟ و

٩٨۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب دخولِ مكّة، فصل في صفة الشّروع في الطّواف الخ، ص١٤٣، ١٤٤

٩٩۔ منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الكنز: وطف مضطبعاً، ٢/٥٧٣

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لـم يتعرَّض لَه أصحابُنا، و ذكر بعض الشّافعيّة: أنَّ الاضطباعَ
إنّما يُسنُّ لِمَن لم يلبَسِ المخيطَ، أمّا مَن لَبِسه مِن الرّجال
فيتعذَّرُ في حقِّه الإتيانُ بالسُّنّة أي: على وجهِ الكمالِ، فلا
يُنافي ما ذكرَهُ بعضُهم مِن أنّه قد يُقالُ: يُشرعُ له جعلُ وَسطِ
ردائِه تحتَ الأيمَنِ و طرفَيهِ إلى الأيسَرِ و إنْ كان المنكبُ
مستوراً بالمخيطِ للعُذرِ، قال في "عُمدةِ المناسكِ": و هذا لا
يَبعدُ لِمَا فيه مِن التَّشبيه بالمُضطَبِع عند العِجزِ عن الاضطباعِ و
إن كانَ غيرَ مخاطَبٍ فيها بظهرٍ، قلتُ: الأظهرُ فِعلُه

یعنی، لیکن کسی عذر کی وجہ سے سِلے ہوئے کپڑے پہنے ہوں کیا اُس کے لئے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ مسنون ہے؟ اور ہمارے اصحاب (احناف) میں سے کسی نے اس سے تعرض نہیں کیا، اور بعض شافعیہ نے ذکر کیا کہ ''اضطباع'' صرف اُس شخص کے لئے مسنون ہے جس نے سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے ہوں، مگر مردوں میں سے جس نے سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوں اُس کے حق میں علی وجہ الکمال سنت کی ادائیگی متعذّر ہے، پس یہ اس کے منافی نہیں جو بعض نے ذکر کیا، کہا جائے کہ اُس کے لئے چادر کا وسط دائیں کندھے کے نیچے کر کے اور اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دینا مشروع ہے، اگر چہ کندھا عذر کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو، "عمدۃ المناسك" میں فرمایا کہ یہ بعید نہیں ہے کہ اس میں ''اضطباع'' سے عجز کے وقت ''اضطباع'' والے کے ساتھ مشابہت ہے، اگر چہ وہ بظاہر اس کا مخاطب نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ ظاہر اس کا بجالانا ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے ذکر کیا اور ان ہی سے دیگر علماء احناف نے نقل کیا جس سے اس

معاملہ میں ملا علی قاری حنفی کے موقف کی تائید ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "شرح اللباب" سے خلاصہ (۱۰۰) نقل کیا کہ:

بَقِيَ مَن لَبِس المخيطَ لعُذرٍ: هل يَسَنُّ له التَّشبُّه بِه؟ لم يتعرَّض
لـه أصحابُنا، و قال بعضُ الشّافعيّةِ: يتعذَّرُ في حقِّه أي: على
وجهِ الكمال، فلا يُنافي ما ذَكرهُ بعضُهم أنّه قد يُقال: يُشرعُ له
و إن كان المنكبُ مستوراً بالمخيطِ للعُذر، قلتُ: و الأظهرُ
فِعلُه (۱۰۱)

یعنی، باقی رہا وہ شخص جس نے کسی عذر کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، کیا اس کے لئے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ مسنون ہے؟ اور بعض شافعیہ نے کہا کہ اُس کے حق میں علی وجہ الکمال ''اضطباع'' متعذّر ہے، پس یہ اس کے منافی نہیں جو اُن کے بعض نے ذکر کیا کہ کہا جائے کہ اس کے لئے مشروع ہے اگر چہ عذر کے سبب اس کا کندھا سلے ہوئے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو، میں کہتا ہوں کہ اس کا فعل (یعنی ''اضطباع'' کر کے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ) اظہر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کا کُل نہ ملے اُس کے کُل کو چھوڑا بھی نہ جائے، اسی طرح امید ہے کہ اُسے ''اضطباع'' کا ثواب ملے کہ جو جن سے مشابہت کرتا ہے وہ اُن میں سے قرار پاتا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فَإنَّ ما لا يُدرَكُ كلُّه، لا يُترَكُ كلُّه و مَن تَشبَّه بقومٍ فهُو مِنهُم (۱۰۲)

یعنی، جو پورا نہ پایا جائے وہ پورا نہ چھوڑا جائے اور جو کسی قوم سے

۱۰۰۔ یعنی، "المسلك المتقسط في المنسك المتوسط" کی وہ عبارت جو اسی فتویٰ کی ابتداء میں مذکور ہے علامہ شامی نے اسی کا خلاصہ کیا ہے۔

۱۰۱۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب:في دخول مكة، ۵۷۹/۳، ۵۸۰

۱۰۲۔ المسلك المتقسط، باب دخول مكة، فصل في صفة الشُّروع في الطّواف، ص ۱٤٤

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مشابہت رکھتا ہے وہ اُن میں سے ہوتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱ذو الحجة ۱٤۳۰ھ، ۱۸ نوفمبر۲۰۰۹م F-654

مکہ مکرمہ سے پیدل اور سوار ہوکر منیٰ وعرفات جانے میں فرق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیدل اور سواری پر سوار ہوکر منیٰ عرفات ومزدلفہ ومکہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے جانے میں کیا فرق ہے؟ کیا اس کے بارے میں کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے؟

(السائل: ابوبکر بن عبدالستار، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طاقت ہو تو پیدل حج کرنا چاہئے کہ افضل ہے چنانچہ علامہ نورالدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن عباس أنه قال: يَابَنِيَّ اخْرُجُوْا مِنْ مَكَّةَ حَاجِّيْنَ مُشَاةً حَتّٰى تَرْجِعُوْا إِلٰى مَكَّةَ مُشَاةً فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْحَاجَّ الرَّاكِبَ له بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوْهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعُوْنَ حَسَنَةً، وَ إِنَّ الْحَاجَّ الْمَاشِيْ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ"، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ: "اَلْحَسَنَةُ بِمِائَةِ أَلْفِ حَسَنَةٍ" (۱۰۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں اے میرے بیٹو! مکہ مکرمہ سے حج کے لئے پیدل نکلو یہاں تک کہ تم (حج کے افعال ادا کرکے) پیدل مکہ لوٹو بے شک میں نے رسول اللہ

۱۰۳۔ كشفُ الأستار، كتاب الحجّ، باب المشي في الحجّ، برقم: ۱۱۲۰، ۲/۲۵
أيضاً مجمع الزّوائد، كتاب الحجّ، باب فيمن يحجّ ماشياً، برقم: ۵۲۷۸، ۳/۳٦۰

ﷺ سے سُنا آپ نے فرمایا: ''بے شک سوار حاجی کے لئے اس کی سواری کے ہر قدم کے بدلے جو وہ اُٹھاتی ہے ستر نیکیاں ہیں اور پیدل چلنے والے حاجی کے لئے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھاتا ہے حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں''، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں''۔(۱۰٤)

جب کہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اِن الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ حَجَّ مَاشِيًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ"، قِيْلَ: وَ مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ: "كُلُّ حَسَنَةٍ بِسَبْعِمِائَةٍ" (۱۰۵)

یعنی، ''جس نے پیدل حج کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں میں سے نیکی لکھ دی''، عرض کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''ہر نیکی کے بدلے سات سو''۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

پیدل حج کی طاقت ہو پیدل حج کرنا افضل ہے، حدیث میں ہے ''جو پیدل حج کرے اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں ہیں''۔(۱۰٦)

۱۰٤۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسے بزار نے روایت کیا اور طبرانی نے "المعجم الأوسط" اور "المعجم الكبير" میں اس کی مثل روایت کیا ہے اور بزار کے ہاں اس کی دو اسناد ہیں، ایک میں ایک راوی کذاب ہے، دوسرے میں اسماعیل بن ابراہیم ہیں جو سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور اسے میں نہیں جانتا اور اس کے بقیہ رجال ثقات ہیں۔

۱۰۵۔ ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فِيْمَن حَجَّ بِمَالِ الحرام، تحت قوله: به يُفتى، ۲/۵۲٦، ۵۲۷

۱۰٦۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کی شرائط، ۱/٦/۱۰

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن بوڑھے، کمزور اور بیمار حضرات جن کے لئے پیدل چلنا مشکل ہے ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ پیدل چلنے پر سواری کو ترجیح دیں کیونکہ ایسے لوگ عبادت اور نیکیوں کے حصول کے لئے پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں پھر نہیں چل پاتے اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی اذیت کا بھی سبب بنتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ حج میں وہ دو آدمیوں کے سہارے چل رہا تھا، بتایا گیا کہ اس نے منّت مانی ہے کہ یہ پیدل چلے گا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ اپنے آپ کو تکلیف دے رہا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے، اسے چاہئے کہ سوار ہو اور پیدل چلے''۔

مطلب یہ ہے کہ اس میں پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی تو نبی ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا حالانکہ پیدل چلنے میں زیادہ ثواب ہے تو معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جو پیدل سفر کی طاقت نہیں رکھتے وہ سواری کو ترجیح دیں کیونکہ طاقت نہ ہو یا تھکاوٹ زیادہ ہو تو پیدل چلنا حاجی کو حج کے ارکان، واجبات اور سُنَن کی ادائیگی سے روکنے کا یا کم از کم اُن کی ادائیگی میں یکسوئی، خشوع و خضوع کے زوال کا سبب بنے گا اس لئے ایسے لوگوں کے حق میں افضل یہی ہوگا کہ وہ سواری پر سفر کریں، چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

الحجّ راکباً أفضل و علیه الفتوی (۱۰۷)

یعنی، سوار ہو کر حج افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں (۱۰۸) اور اُن سے مفتی و قاضی مکہ امام ابو البقا محمد بن احمد ابن الضیا مکی حنفی متوفی ۸۵۷ھ (۱۰۹) نقل کرتے ہیں:

و مَن کَانَ بِهٖ ضَعْفٌ مِن أهلِ مکّةَ لا یَقدِرُ علی المَشی فالرُّکوبُ لَهٗ أفضلُ

۱۰۷۔ الفتاوی السّراجیة، کتاب الحجّ، باب المتفرقات، ص ۳۶

۱۰۸۔ المسالك فی المناسك، القسم الثّانی فی بیان نسك الحجّ إلخ، فصلٌ بعد فصلٍ فی کیفیة الزّاد و الرّاحلة، ۱/ ۲۶۷، ۲۶۸

۱۰۹۔ البحر العمیق، الباب الأول فی الفضائل، فصل فی حجّ الماشی و الرّاکب، ۱/ ۱۱۰

یعنی، اہلِ مکہ میں سے جسے کمزوری ہو وہ چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو سوار ہونا اُس کے لئے افضل ہے۔

اس لئے فقہاء عظام نے پیدل حج کے افضل ہونے کو طاقت کے ساتھ مقید کیا ہے لہٰذا پیدل حج مطلقاً افضل نہیں بلکہ پیدل چلنے کی طاقت ہو تو افضل ہے کہ اس میں ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں گزرا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۵ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۸م 478-F

طواف کے سات پھیروں کے بعد بھول کر آٹھواں شروع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نفلی طواف میں سات پھیروں کے بعد آٹھواں پھیرا شروع کر دیا اور اُس کا گمان یہ تھا کہ یہ اُس کا ساتواں پھیرا ہے اس پھیرے کو پورا کرنے سے قبل یا بعد اُسے یاد آ گیا کہ اُس کے سات چکر پورے ہو گئے ہیں اور یہ تو اس کا آٹھواں پھیرا ہے تو اِس صورت میں اُس پر نیا طواف لازم ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر نیا طواف لازم نہیں ہوگا کیونکہ اُس نے آٹھواں پھیرا اپنا طواف شروع کرنے کے ارادے سے نہیں دیا بلکہ ساتواں پھیرا سمجھ کر دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف فرضاً أی: طواف فرضٍ لعمرته أو زیارته، أو غیره أی: غیر فرضٍ مِن واجبٍ، کطوافِ صدرٍ و نذرٍ، أو من سنّةٍ، کطوافِ قدومٍ، أو من نفلٍ کطوافِ تطوّعٍ، ثمانیةَ أشواطٍ أی بزیادةٍ واحدةٍ علی سبعةٍ، إن کان أی: الطّائفُ حینَ شَرَعَ فی

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هذا الشَّوطِ على ظنّ أنَّ الثَّامِنَ سابعٌ فلا شَيءَ عليه كالمظنُونِ أي: كطوافِ المظنُون ابتداءً فإنّه ليس عليه شيءٌ بتركه كما سبق في مَحلِّه (١١٠)

یعنی، اگر فرض طواف یعنی اپنے عمرے کا فرض طواف یا طوافِ زیارت یا اس کا غیر یعنی غیر فرض واجب طواف جیسے طوافِ صدر و نذر یا سنت طواف جیسے طوافِ قُدوم یا طوافِ نفل جیسے نفلی طواف آٹھ چکر کیا یعنی سات پھیروں پر ایک پھیرا زیادہ کرلیا اور طواف کرنے والے نے جب اُس زائد پھیرے کو شروع کیا اُس کا گمان یہ تھا کہ یہ آٹھواں پھیرا ساتواں ہے تو مظنون کی مانند اُس پر کچھ لازم نہیں ہے یعنی جیسے مظنون طواف کی ابتداء کرے تو اس پر اس طواف کے چھوڑ دینے پر کچھ لازم نہیں آتا جیسا کہ یہ ذکر اپنی جگہ پر پہلے گزرا۔

اور اگر آٹھویں پھیرے کے بارے میں غالب گمان یہ ہو کہ یہ ساتواں ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہوگا چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

لكنّ فيه أنّه إذا غلب على ظنّه أنَّ الثّامِنَ سابعٌ يجبُ عليه إتيانُه، و يحرمُ عليه تركُه (١١١)

یعنی، لیکن اس میں یہ ہے کہ جب اُس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ آٹھواں ساتواں ہے تو اُسے پورا کرنا واجب ہوگا اور اُسے چھوڑنا حرام ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ٢٧ ذو القعده ١٤٢٩هـ، ٢٥نوفمبر ٢٠٠٨م 480-F

١١٠۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل في مسائل شتّى، تحت قوله: ظنّ أنّ الثّامنَ سابعٌ، ص ١٨٤

١١١۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل في مسائل شتّى، ص ١٨٤

طوافِ زیارت کئے بغیر میقات سے عمرہ کا احرام باندھنے والا پہلے کیا کرے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت وقوفِ عرفہ کے بعد حائضہ ہوگئی اور اس کے گروپ کی مدینہ شریف روانگی قریب ہے اگر وہ چلی جاتی ہے حالانکہ ابھی اُس نے طوافِ زیارت نہیں کیا پھر وہ طوافِ زیارت کے لئے مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو پہلے عمرہ ادا کرے گی یا طوافِ زیارت؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ نئے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ آنا اُس پر لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثُمَّ إنْ جاوزَ الوقتَ أي: ميقاتَ الآفاقِ يعودُ بإحرامٍ جديدٍ أي: عند الأكثرِ (١١٢)

یعنی، پھر اگر میقات سے نکل گیا یعنی میقات آفاقی سے نکل گیا تو نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا یعنی اکثر فقہاء کے نزدیک۔

اور مذکورہ عورت میقات سے جب عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گی تو پہلے عمرہ ادا کرے گی پھر طوافِ زیارت ادا کرے گی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فإذا عاد بإحرامٍ جديدٍ بأنْ أحرمَ بعُمرة يبدءُ بطوافِ العُمرةِ ثمّ يطوفُ للزِّيارةِ (١١٣)

١١٢۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب الجنايات، فصل في حكم الجنايات في طواف الزّيارة، ص ٣٨٢

١١٣۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب الجنايات، فصل في حكم الجنايات في طواف الزّيارة، ص ٣٨٢

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، پس نئے احرام کے ساتھ لوٹا بایں طور کہ عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کے طواف سے شروع کرے گا، پھر طوافِ زیارت کرے گا۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

کما فی "الفتح" و غیرہ لأنّ طواف العمرۃ أقوی حینئذٍ و لو کان طوافُ الزّیارۃ أسبقَ و مستویاً مع طوافِ العُمرۃ فی الرُّکنیۃ لحصولِ أدائِہ فی الجملۃ (۱۱٤)

یعنی، جیسا کہ "فتح القدیر" (۱۱٥) وغیرہ میں ہے کیونکہ اس وقت طوافِ عمرہ زیادہ قوی ہے اگر چہ طوافِ زیارت سابق ہے اور فی الجملہ ادائیگی کے اعتبار سے یہ رُکنیت میں طوافِ عمرہ کے مساوی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ٦ذو الحجۃ ١٤٢٩ھ، ٤ دیسمبر٢٠٠٨م 489-F

منیٰ کی حُدود اور اس میں توسیع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ پچھلے چند سالوں سے ایام منیٰ میں حجاج کرام کے رُکنے کے لئے خیمے مزدلفہ میں بھی لگا دیئے گئے ہیں جسے "نیو منیٰ" کا نام دیا جاتا ہے، کیا احادیث نبویہ وآثار صحابہ میں کوئی ایسا ذکر ہے کہ جس سے منیٰ کی حدود کا اندازہ ہو سکے اور کیا احادیث نبویہ یا آثار صحابہ یا کُتُبِ فقہ میں ایسا کوئی ذکر موجود ہے کہ جس سے منیٰ کی توسیع کا جواز ثابت ہو؟

(السائل: حافظ محمد عامر، مکہ مکرمہ)

١١٤ـ لُباب المناسك مع شرحہ للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارۃ، ص ٣٨٢

١١٥ـ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قولہ: و یرجعُ بإحرام جدید، ٤٦٣/٢، و فیہ: ثمّ عاد فأحرَمَ بعمرۃ بیداً بھا فإذا فرغَ منھا یطوفُ للزّیارۃ

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ کی حُدود جمرہ عقبہ سے لے کر وادیٔ محسّر تک ہے اور چوڑائی میں اس کی حد وہ پہاڑیاں ہیں جو اُس کے اطراف میں ہیں اور اُن کا اندرونی حصہ منیٰ ہے اور بیرونی منیٰ سے خارج ہے چنانچہ علامہ محبّ الدین طبری متوفی ٦٩٤ھ علامہ ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی سے نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن جریج قال: قلتُ لعطاء: أینَ منیً؟ قال: من العَقَبۃ إلی وادی مُحسِّرٍ، قال عطاء: فلا أُحبُّ أن ینزِلَ أحدٌ إلّا من وَرَاءِ العَقَبۃِ إلی وادِی مُحَسِّرٍ أخرجہ الأزرقی (١١٦)

یعنی، ابن جُریج سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں عطاء تابعی سے پوچھا کہ منیٰ کہاں ہے؟ فرمایا عقبہ سے وادی مُحَسّر تک (اور) عطاء نے فرمایا میں نہیں پسند کرتا کہ کوئی شخص (قیام منیٰ کے لئے) اُترے مگر عقبہ کے پیچھے سے لے کر وادی مُحَسّر تک۔ اور اس کی تخریج ازرقی (١١٧) نے کی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: قال عُمَرُ: لَا یَبِیْتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ وَرَاءَ العَقَبَۃِ، حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِمِنًی، وَ کَانَ یَبْعَثُ مَنْ یُدْخِلُ مَنْ یَنْزِلُ الْأَعْرَابِ وَرَاءَ الْعَقَبَۃِ حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِمِنًی أخرجہ مالك و الأزرقی (١١٨)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاجیوں میں سے کوئی بھی عقبہ کے پیچھے رات نہ

١١٦ـ القِری لقاصد أمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص ٥٤٣

١١٧ـ أخبار مکّۃ باب ذرع طواف سبعۃ بالکعبۃ، ما جاء فی منزل رسول اللہ ﷺ بمنیً و حُدود منیً، ١٧٢/٢

١١٨ـ القِری لقاصد أمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص ٥٤٣

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گزارے یہاں تک کہ وہ منیٰ میں ہوں اور آپ ایسے شخص کو بھیجتے تھے اُن کو منیٰ میں داخل کرے جو جو اعراب میں سے عقبہ کے پیچھے اُترے ہوں یہاں تک کہ وہ منیٰ میں ہوں۔ اس کی تخریج مالک اور ارزقی نے کی ہے۔ (۱۱۹)

و عن ابن عباس: لَا یَبِیْتَنَّ وَرَاءَ الْعَقَبَةِ مِن مِنًی لَیْلًا و عن مجاهد مثله، أخرجه سعید (۱۲۰)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (کوئی حاجی) عقبہ کے پیچھے منیٰ میں ہرگز رات نہ گزارے اور مجاہد تابعی سے بھی اِسی طرح مروی ہے۔

ان آثارِ صحابہ وتابعین کے تحت علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

فی هذه الأحادیث دلالةٌ أنَّ حدَّ مِنًی مِن وادی مُحسِّرٍ إلی جمرةِ العَقَبَةِ، و لیس وادی مُحَسِّر مِنه علی ما تقدَّمَ فی تفسیره، و منًیً شعبٌ طویلٌ نحو مِیلَین، و عرضُه یسیرٌ، و الجبالُ المحیطةُ به: ما أقبلَ مِنها علیه فهو مِن مِنیً، و ما أدبرَ فلیس مِن مِنًی (۱۲۱)

یعنی، اِن احادیث میں اِس پر دلالت ہے کہ منیٰ کی حدّ وادی محسّر سے جمرۂ عقبہ تک ہے اور وادی محسّر منیٰ سے نہیں ہے اس بنا پر کہ اس کی تفسیر میں پہلے گزرا، اور منیٰ تقریباً دو میل طویل گھاٹی ہے اور اس کا عرض تھوڑا ہے اور وہ پہاڑ جو اُسے احاطہ کئے ہوئے ہیں اُن کے سامنے کی طرف

۱۱۹۔ أخبار مكّة باب ذرع طواف سبعة بالكعبة ما جاء فی منزل رسول الله ﷺ بمنیً و حُدود منیً، ۲/۱۷۲

۱۲۰۔ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص ۵۴۲

۱۲۱۔ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص ۵۴۲

منیٰ سے ہے اور اُن کے پیچھے کی طرف منیٰ نہیں ہے۔

لہٰذا پہاڑیوں کی اندرونی جانب کاٹ کر منیٰ میں جگہ کو بڑھایا جا سکتا ہے اور مزدلفہ کے ایک حصہ کو منیٰ کا نام دینے سے وہ حصہ منیٰ نہ ہوگا کیونکہ اس جانب منیٰ کی حدّ وادی محسّر ہے جہاں قیام تو کجا آہستہ گزرنا بھی شرعاً ممنوع قرار دیا گیا اور نیو منیٰ کا منیٰ ہونا شرع کے خلاف تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے اور ایک طرف سے تو مزدلفہ کا منیٰ کے ساتھ اتصال ہی نہیں ہے درمیان میں وادی محسّر حدِّ فاصل ہے جس کی ایک جانب منیٰ ہے تو دوسری جانب مزدلفہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۱٤ ذو الحجة ۱٤۳۰ھ، ۱ دیسمبر ۲۰۰۹م 660-F

نیو منیٰ میں خیمے لینا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گروپ آپریٹروں کا نیو منیٰ میں خیمے لینا کیسا ہے اور اس سے حجاج کرام کے کتنے مناسک ترک ہوں گے اور حاجیوں کا وہاں قیام کرنا کیا ہے اور پھر کسی شخص کا نیو منیٰ کے قیام کے فوائد بتا کر اُس کی طرف رغبت دلانا شرعاً کیسا ہے اور منیٰ کی حدود کیا ہے اور نیو منیٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: نیو منیٰ میں خیمہ لینے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے حج کی تین مؤکدہ سنتوں کے ترک ہونے کا سامان ہوتا ہے، ایک ایام رمی کی راتوں کا قیام، دوسری آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ظہر سے نمازیں اور نو (۹) کی رات کا قیام اور تیسری اس صبح طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کی روانگی۔

اور اب ہر ایک کے سنّت ہونے پر تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

۱۔ ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنّت مؤکدہ ہے، چنانچہ حدیث شریف ہے کہ

عن عائشةَ رضی الله تعالیٰ عنها قالتْ: أفاضَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ آخِرِ یَوْمِه حِیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ إلی

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنىً، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ۔ الحديث

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دن میں جس وقت ظہر ادا فرمائی، طوافِ افاضہ فرمایا پھر منیٰ کو لوٹے، پس تشریق کے ایام کی راتیں وہیں قیام فرمایا۔

اس حدیث شریف کو امام ابوداؤد نے "سُنَن أبی داؤد" (۱۲۲) میں، امام ابن خزیمہ نے اپنی "صحیح" (۱۲۳) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" (۱۲٤) میں، امام ابویعلی موصلی نے اپنی "مسند" (۱۲٥) میں، امام احمد نے اپنی "مسند" (۱۲٦) میں، امام دارقطنی نے اپنی "سُنَن" (۱۲۷) میں، امام ابوجعفر طحاوی نے "شرح مُشكل الآثار" (۱۲۸) میں، امام حاکم نے "المستدرك" (۱۲۹) میں، امام ابن الجارود نے "كتاب المنتقى" (۱۳۰) میں، امام بیہقی نے "السُّنن الكبرىٰ" (۱۳۱) میں روایت کیا ہے۔

۱۲۲۔ سنن أبی داؤد، كتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم: ۱۹۷۳، ۲/ ۲٤۰

۱۲۳۔ صحيح ابن خزيمة كتاب المناسك باب البيتوتة بمنىً ليالی أيام التّشريق، برقم:۲۹٥٦، ۲/ ۱۳۸۸، و باب التّكبير مع كلّ حصاة يرمی بها رامی الجمار، برقم: ۲۹۷۱، ۲/ ۱۳۹٤

۱۲٤۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الحجّ، باب رمی جمرة العقبة برقم: ۳۸٥۷، ٤/ ٦/ ٦۷

۱۲٥۔ مسند أبی يعلىٰ، مسند عائشة، برقم: ٤۷٤۲/ ۳۸۸، ص ۸۷۰

۱۲٦۔ المسند للإمام أحمد ٦/ ۹۰

۱۲۷۔ سُنَن الدّار قطنی، كتاب الحج، برقم: ۲٦٥٤، ۱/ ۲/ ۲٤۱

۱۲۸۔ شرح مُشكل الآثار، باب مُشكل ما روی عن ابن عباس و عن جابر فی قولهما: ما ندری بكم إلخ، برقم: ۳٥۱٤، ۹/ ۱۳۳

۱۲۹۔ المستدرك للحاكم، أول كتاب المناسك، برقم:۱۷۹۲، ۲/ ۳۸

۱۳۰۔ كتاب المنتقى، كتاب المناسك، برقم:٤۹۲، ص٤۲٦، ٤۲۷

۱۳۱۔ السُّنَن الكبرى للبيهقی، كتاب الحجّ، باب الرّجوع من منىً أيّام التّشريق الخ، برقم:۹٦٦۱، ٥/ ۲٤۱

عن عروة فی البيتوتة بمكّة أيام منىً قال: لَا يَبِيْتَنَّ أحدٌ إلَّا بِمنىً

أخرجه سعيد (۱۳۲)

یعنی، حضرت عروہ (تابعی) سے ایام منیٰ مکہ مکرمہ میں گزارنے کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی بھی ہرگز مکہ مکرمہ میں راتیں نہ بسر کرے۔

و عن إبراهيم لا بأس بأن يزورَ البيتَ ليلاً، و لكن لا يبيتنّ بمكّة (۱۳۳)

یعنی، ابراہیم نخعی (تابعی) سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ رات میں کعبہ کا طواف کرے لیکن (ایسا شخص) مکہ میں ہرگز رات نہ گزارے۔

امام مالک اور امام بیہقی کی روایت ہے کہ

قال عبدُ اللهِ بن عمرَ: قال عمرُ بنُ الخطّابِ رضی الله عنه: لَا يَبِيْتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةَ (۱۳٤)

و عن ابنِ عمرَ رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال عمر: لَا يَبِيْتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ وَرَاءَ الْعَقَبَةِ حَتّٰى يَكُوْنُوْا بِمِنًى (۱۳٥)

۱۳۲۔ القِرىٰ لقَاصِدِ أُمّ القُرىٰ، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی وجوب استكمال المبيت فی اللّيالی الثّلاث، ص٥٤۲

۱۳۳۔ القِرى لقاصد أم القرى، الباب الحادی و الثلاثون فی المبيت لليالی منىً، ما جاء فی حُدودِ منىً، ص٥٤۲

۱۳٤۔ الموطأ للإمام مالك، كتاب الحجّ، باب (۷۰) البيتوتة بمكّة ليالی منىً، برقم:۸۸٤ (أثر)، ص ۲۷۰

أيضاً السُّنَن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الحجّ، باب لا رخصة فی البيتوتة بمكّة ليالی منىً، برقم: ۹٦۹۰، ٥/ ۲٤۹

۱۳٥۔ القِرى لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبيت لليالی منىً، ما جاء فی حدود منىً، ص ٥٤۳، و قال: أخرجه مالك و الأزرقی

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی بھی حاجی ہرگز (جمرہ) عقبہ کے پیچھے رات نہ گزارے یہاں تک کہ وہ منیٰ میں ہوں۔

عن ابن عباس: لَا يبِيتَنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ مِنْ مِنًى لَيْلًا (۱۳۶)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حاجی ہرگز منیٰ کی رات (جمرہ) عقبہ کے پیچھے نہ گزارے۔

عن هشام بن عروة، عن أبيه، أنَّهُ قَالَ فِي الْبَيْتُوتَةِ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى: لَا يَبِيتَنَّ أَحَدٌ إِلَّا بِمِنًى (۱۳۷)

یعنی، ہشام بن عروہ سے مروی وہ اپنے والد (حضرت عروہ بن زبیر) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کے بارے میں فرمایا کوئی حاجی (یہ راتیں) نہ گزارے مگر منیٰ میں۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ اِس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں:

قال النّووی: هذا يدلُّ على مسألتَين: إحداهما أنَّ المبيتَ بمنىً ليالي أيّام التّشريق مأمورٌ بِه، و هل هو واجبٌ أو سنّةٌ؟ قال أبو حنيفةَ: سنّةٌ و الآخرون: واجبٌ، و الثّانية: يجوز لأهل السّقاية أن يتركوا هذا المبيتَ و يذهبوا إلى مكّةَ يستقوا باللّيل الماءَ من زمزم (۱۳۸)

۱۳۶۔ القِرىٰ لقاصِدِ أُمّ القُرىٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء فی حدود منیً، ص ۵۴۳

۱۳۷۔ الموطّأ للإمام مالك، کتاب الحجّ، باب (۷۰) البيتوتة بمكّة ليالي منىً، برقم: ۲۴۹ (أثر)، ص ۲۷۰

۱۳۸۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب سقایة الحاجّ، برقم: ۱۶۳۴، ۷/۲۱۳

یعنی، ''امام نووی'' نے فرمایا یہ حدیث دو مسئلوں پر دلالت کرتی ہے ایک یہ کہ ایام تشریق میں منیٰ میں رات گزارنے کا حکم دیا گیا ہے (اب سوال یہ ہے کہ) کیا یہ واجب ہے یا سنّت؟ تو ''امام ابو حنیفہ'' نے فرمایا سنّت (مؤکدہ) ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ واجب، دوسری یہ کہ اہلِ سقایہ کے لئے جائز ہے کہ اس رات گزارنے (یعنی ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنے) کو چھوڑ دیں اور مکہ چلے جائیں تا کہ رات میں مکہ میں زمزم پلائیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اِس حدیث شریف کے تحت لکھا ہے:

و فی الحديثِ دليلٌ على وُجوبِ المبيتِ بمنىً و أنّه من مناسكِ الحجّ، لأنَّ التّعبيرَ بالرّخصةِ يقتضِي أنَّ مقابلتَها عزيمةٌ، و أنَّ الإذنَ وقع للعلّةِ المذكورةِ و إذا لم تُوجدْ أو ما فی معناهُ لم يحصلِ الإذنُ

و بالوجوبِ قال الجمهورُ: و فی قولٍ للشّافعی، و روايةٍ عن أحمد و هو مذهبُ الحنفيّةِ أنّه سنّةٌ (۱۳۹)

یعنی، حدیث شریف میں منیٰ میں رات گزارنے کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اس لئے کہ یہ رات گزارنا مناسکِ حج سے ہے کیونکہ رخصت کے ساتھ تعبیر اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اِس کا مقابل عزیمت ہے اور اجازت علّتِ مذکورہ کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور جب مذکورہ علّت یا جو اِس کے معنی میں ہے نہ پائی گئی تو اجازت نہیں پائی جائے گی، اور منیٰ میں رات گزارنے کا قول جمہور فقہاء نے کیا ہے اور

۱۳۹۔ فتح الباری، کتاب الحجّ، باب هل مبيت أصحاب السّقاية أو غيرهم الخ، برقم: ۱۷۴۳۔ ۱۷۴۵، ۴/۳/۲۳۸

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام شافعی سے ایک قول اور امام احمد سے ایک روایت میں ہے اور یہی
حنفیہ کا مذہب ہے کہ منیٰ میں رات گزارنا سنّت ہے۔

اور اِس حدیث شریف کے تحت شارح صحیح مسلم امام ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں کہ

المبیتُ بمنیً لیالی آیّام التّشریقِ مِن سُنَنِ الحجّ بلا خلافٍ إلّا لِذوِی السّقایۃِ أو لِلرُّعاۃِ (١٤٠)

یعنی، ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا بلا خلاف سُنَنِ حج سے ہے سوائے اہلِ سقایہ اور چرواہوں کے۔

اور امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث شریف کے تحت لکھا کہ

و الثّانی: سنّۃٌ و بہ قال ابنُ عباسٍ و الحسنُ و أبو حنیفۃَ (١٤١)

یعنی، دوسرا یہ کہ سنّت ہے اور یہی حضرت ابن عباس، حسن بصری اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔

اور اگر کوئی شخص ایامِ منیٰ میں رات گزارنے کے لئے منیٰ سے باہر بیٹھ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے منیٰ کے اندر رات بسر کرنے کا حکم فرماتے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ

وَ کَانَ یَبْعَثُ مَنْ یُدْخِلُ مَنْ یَنْزِلُ مِنَ الْأَعْرَابِ وَرَاءَ الْعَقَبَۃِ حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِمِنًی أخرجہ مالك و الأزرقی (١٤٢)

١٤٠ـ المفھم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، کتاب الحجّ، باب الرّخصۃ فی ترك البیتوتۃ بمنیً لأھلِ السّقایۃ، برقم:١١٦٨، ٣/٤١٤

١٤١ـ شرح صحیح مسلم للنّووی، کتاب الحجّ، باب المبیت بمنیً لیالی أیام التّشریق إلخ، برقم: ٣٤٦ـ (١٣١٥)، ٥/٩/٥٣

١٤٢ـ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حدود منیً، ص ٥٤٣

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کو بھیجتے جو اُن اعرابیوں کو منیٰ میں داخل کرے جو (جمرہ) عقبہ کے پیچھے (رات گزارنے کے لئے) اُترے ہیں۔ اس کی تخریج امام مالک (١٤٣) اور ازرقی (١٤٤) نے فرمائی ہے

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے جنہیں منیٰ سے باہر رات گزارنا ضروری ہوتا وہ حضور ﷺ سے اس کی اجازت لیتے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجازت طلب کرنا ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے جیسا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے زم زم پلانے کی ذمہ داری تھی اس لئے وہ یہ راتیں منیٰ میں بسر نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما أنّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ اسْتَأْذَنَ النَّبِیُّ ﷺ لِیَبِیْتَ بِمَکَّۃَ لَیَالِیْ مِنًی، مِنْ أَجْلِ سِقَایَتِہٖ فَأَذِنَ لَہٗ (١٤٥)

یعنی، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سقایہ کی وجہ سے نبی ﷺ سے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔

١٤٣ـ الموطّأ للإمام مالك، کتاب الحجّ، باب (٧٠) البیتوتۃ بمکۃ لیالی منًی، برقم:٤٨٨ (أثر)، ص ٢٧٠

١٤٤ـ أخبار مکّۃ باب ذرع طواف سبعۃ بالکعبۃ، ما جاء فی منزل رسول اللہ ﷺ بمنًی و حدود منًی، ٢/١٧٩

١٤٥ـ صحیح البخاری، کتاب الحجّ، باب سقایۃ الحاجّ، برقم: ١٦٣٤، ٢/٤٠٣، و باب ھل یبیت أصحاب السّقایۃ أو غیرھم بمکّۃ لیالی منًی؟، برقم: ١٧٤٥، ٢/٤٢٩
أیضاً صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب وُجوب المبیتِ بمنیً لیالی آیّام التّشریق إلخ، برقم: ٣١٥٦/٣٤٦ـ (١٣١٥)، ص ٦٠٧

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے دیگر ضرورتمندوں کو رُخصت مرحمت فرمائی جیسے چرواہے کیونکہ مِنٰی میں جانوروں کے چارے کا کوئی سامان نہ تھا چنانچہ شیخ وہبی سلیمان نے نقل کیا:

لأنّ وادی منیً لا نباتَ فیہ، ولو باتُوا لهلکتْ مواشیهم (١٤٦)

یعنی، کیونکہ وادیٔ مِنٰی میں سبزہ نہیں ہے اگر وہ وہاں رات گزاریں تو اُن کے مواشی ہلاک ہو جائیں گے۔

کیونکہ چرواہوں کا جانور لے کر مِنٰی سے باہر جانا ضروری تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن البدّاح عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنهما قال: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِی الْبَیْتُوْتَةِ الحدیث (١٤٧)

یعنی، بدّاح روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مِنٰی میں رات گزارنے میں اونٹوں کے چرواہوں کو رُخصت مرحمت فرمائی۔

١٤٦۔ الکافی فی الفقہ الحنفی، الحج و أحکامه، الفصل الثّالث، المبیت بمنیً (٩)، ٨٠٠/٢

١٤٧۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم:١٩٧٥، ٤٣١/٢

أیضاً سُنَن التّرمذی، کتاب الحجّ، باب الرّخصة للرّعاء أن یرموا یوماً، برقم:٩٥٥، ٩٣/٢

أیضاً الموطأ للإمام مالك، کتاب الحجّ، باب (٧٢) الرّخصة فی رمی الجمار، برقم: ٤٢٨/٧٢/٢، ص ٢٧١

أیضاً سُنَن ابن ماجة، کتاب المناسك، باب تأخیر رمی الجمار من عذرٍ، برقم:٣٠٣٧، ٤٨٤/٣

أیضاً سُنَن الدّارمی، کتاب المناسك، باب فی جمرة العقبة أیّ ساعة ترمی؟ برقم: ١٨٩٧، ٥٣/٢

أیضاً سُنَن النّسائی، کتاب مناسك الحجّ، باب رمی الرّعاة، برقم:٣٠٦٦، ٢٨٠/٥/٣

اِس روایت کے تحت مُحقّق سُنَن اَبی داؤد عزت عبید الدّعاس نے لکھا کہ

هذا رخصةٌ رخّصها رسول الله ﷺ للرّعاء، لأنّهم مُضطرّون إلی حفظِ أموالِهم، فلو أخذُوا بالمقام و المبیتِ بمنیً ضاعتْ أموالُهم و لیس حکمُ غیرِهم فی هذا کحُکمِهم (١٤٨)

یعنی، یہ وہ رُخصت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو عنایت فرمائی کیونکہ وہ اپنے اموال کی حفاظت کے لئے مجبور تھے اگر وہ مِنٰی میں ٹھہرے رہتے تو اُن کے اموال ضائع ہو جاتے اور اُن کے غیر کا حکم اُن کے حکم کی مثل نہیں ہے۔

جن لوگوں کا عُذر واقعی صالح عُذر تھا نبی ﷺ سے وہ لوگ اجازت مُتمنّی ہوئے اور انہیں اجازت ملی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مذکورہ بالا اَعذار کے علاوہ جب کوئی دوسرا صالح عُذر پایا تو مِنٰی کی بجائے مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کی رُخصت دی جیسے مال کی حفاظت چنانچہ حدیث شریف ہے کہ

عن أبی حُریز أنه سمعَ عبد الله بن فرُّوخ یسألُ ابنَ عُمرَ قال: إِنَّا نَتَبَایَعُ بِأَمْوَالِ النَّاسِ، فَیَأْتِیْ أَحَدُنَا مَکَّةَ، فَیَبِیْتُ عَلَی الْمَالِ، فَقَالَ: أَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدْ بَاتَ بِمِنًی وَ ظَلَّ (١٤٩)

یعنی، ابو حُریز سے مروی ہے انہوں نے عبداللہ بن فروخ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرتے ہوئے سُنا کہ آپ نے فرمایا ہم لوگوں کے مال بیچا کرتے پس ہم میں کا ایک مکہ مکرمہ آتا اور مال پر رات گزارتا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمایا مگر

١٤٨۔ تعلیق سُنَن أبی داؤد، برقم: ١٩٧٥، ٣٤١/٢

١٤٩۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب یبیت بمکة لیالی منیً، برقم: ١٩٥٨، ٣٣٦/٢

أیضاً السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحجّ، باب لا رخصة فی البیتوتة بمکة لیالی منیً، برقم: ٩٦٨٩، ٢٤٩/٥

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ ﷺ تو آپ نے منیٰ میں رات بسر فرمائی اور وہیں رہے۔

اِس لئے شوافع کے نزدیک اگر تینوں راتوں کا قیام ترک کیا تو دَم واجب ہوگا اور ایک رات کا قیام ترک کیا تو ایک تہائی دَم اور امام مالک کے نزدیک ایک رات کے قیام کے ترک میں کامل دَم لازم ہے جیسا کہ "القِری لقاصد اُمّ القُری" (۱۵۰) میں ہے۔

اور یہ وجوبِ دَم کا حکم اُن کے نزدیک غیر معذور کے لئے ہے اور اگر معذور ہے تو اس پر دَم واجب نہ ہوگا چنانچہ شیخ وہبی سلیمان نے "المجموع" (۸/ ۱۹۰) کے حوالے سے لکھا:

قال الإمام النّووی رحمه تعالیٰ: الأصحُّ المبیتُ بمنیً لغیرِ المعذورِ واجبٌ، و إنْ تَرَكَ مبیتَ اللّیالی وجبَ علیه دمٌ (۱۵۱)

یعنی، ''امام نووی'' علیہ الرحمہ نے فرمایا صحیح ترین قول یہ ہے کہ منیٰ میں رات گزارنا غیر معذور کے لئے واجب ہے اگر اُس نے منیٰ کی راتوں کا قیام (منیٰ میں) ترک کردیا تو اُس پر یہ دَم واجب ہے۔

اور امام مالک کے نزدیک غیر معذور کو ایامِ منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے ترک کی صورت میں دَم لازم ہے اور امام احمد سے اِس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک وجوب کی اور دوسری سنّت ہونے کی (۱۵۲)

اور احناف کے نزدیک ایامِ منی کی راتیں منیٰ میں گزارنا غیر معذور کے لئے سنّت مؤکّدہ ہے اور اس کا بلا عُذر ترک مکروہ ہے چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لما روی أنَّ النّبیّ ﷺ بات بمنیً لیالی الرّمی و هذه البیتوتةُ سنّةٌ عندنا (۱۵۳)

۱۵۰۔ القِری لقاصد اُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ص ۵۴۲

۱۵۱۔ الکافی فی الفقه الحنفی، أحکام الحج، الفصل الثّالث، ۲/ ۸۰۰

۱۵۲۔ الکافی فی الفقه الحنفی، أحکام الحج، الفصل الثالث، ۲/ ۸۰۰

۱۵۳۔ المسالك فی المناسك، فصل فی دخول مکة بطواف الزّیارة، ص ۵۹۳

یعنی، اس لئے کہ مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے رمی کی راتیں منیٰ میں گزاریں اور یہ راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت (مؤکّدہ) ہے۔

محررِ مذہب نعمانی امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و إنْ کان أیام منیً بمکة غیر أنّه کان یأتی منیً فیرمی الجمارَ، قال: قد أساءَ و لَیسَ علیه شیءٌ (۱۵۴)

یعنی، اگر ایامِ منیٰ میں مکہ مکرمہ میں ہے سوائے اس کے کہ وہ منیٰ آتا ہے اور رمی کرتا ہے، فرمایا اُس نے اسائت کی اور اُس پر (جرمانے وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

اور شمس الائمہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ امام محمد کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لأنّه ما تَرَكَ إلّا السُّنَّةَ و هی البیتوتةُ بمنیً فی لیالی الرّمی (۱۵۵)

یعنی، (دم وغیرہ لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) اُس نے نہیں چھوڑا مگر سنّت کو، اور منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنّت ہے۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و مَن باتَ فی غیرِ منیً فی أیّام الرّمی کان مُسیئاً و لا شیءَ علیه (۱۵۶)

یعنی، جس نے ایامِ تشریق میں راتیں غیر منیٰ میں گزاریں وہ اسائت کرنے والا ہے اور اُس پر (جرمانے وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

۱۵۴۔ کتاب الأصل المعروف بالمبسوط، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/ ۳۵۸

۱۵۵۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/ ۴/ ۶۱

۱۵۶۔ مختصر الطّحاوی، کتاب الحجّ، باب الفدیة و جزاء الصّید، ص ۷۰

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

قال أصحابُنا: إذا تَركَ المبيتَ بمنىً من غيرِ عُذرٍ فقد أساءَ، و لا شيءَ عليه (۱۵۷)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) نے فرمایا جب منیٰ میں رات گزارنا بلا عذر ترک کر دیا تو اُس نے اسائت کی اور اُس پر (جرمانہ وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور فقیہ عبداللہ بن محمد داماد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

و يبيتُ ليالي الرَّمى بمنىً فيكره أن لا يبيتَ بمنىً و لو باتَ في غيره مِن غيرِ عُذرٍ لا شيءَ عليه (۱۵۸)

یعنی، رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے، پس مکروہ ہے منیٰ کی راتیں منیٰ میں نہ گزارے اور اگر یہ راتیں بلا عذر منیٰ کے غیر میں گزاریں تو اس پر کوئی جزاء لازم نہیں۔

اور شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی صحیح بخاری کی حدیث ابن عمر (برقم: ۱۶۳۸) کے تحت لکھتے ہیں:

قال أصحابُنا: يكرهُ أنْ لا يبيتَ بمنىً ليالي الرَّمْلِ لأنّه ﷺ باتَ بِها و كذا عمرُ بنُ الخطّابِ رضى الله تعالىٰ عنه و كان يؤدِّبُ على تركِه (۱۵۹)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) نے فرمایا کہ ایام رمی کی راتیں منیٰ میں

۱۵۷۔ التّجريد، كتاب الحجّ، مسئلة رقم: ۴۹۲، حكم من ترك المبيت بمنىً من غير عذرٍ، ۱۹۵۷/۴

۱۵۸۔ ملتقى الأبحر و مجمع الأنهر، كتاب الحجّ، فصل صفة الحجة ۱/ ۲۸۲

۱۵۹۔ عمدة القاري، كتاب الحجّ، باب سقاية الحاج، برقم: ۱۶۳۴، ۷/ ۲۱۳

نہ گزارنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ راتیں منیٰ میں گزاریں اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے چھوڑنے پر تادیب فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و السُّنّة أن يبيتَ بمنًى ليالى أيام الرَّمى (۱۶۰)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّ البيتوتةَ بمنىً لياليها سنّةٌ عندنا (۱۶۱)

یعنی، کیونکہ ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ سُنَنِ مؤکدہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

و از انہاست بیتوتۃ نمودن اکثر شب در منیٰ در شب ''یازدہم و دوازدہم'' و ہم چنیں در شب سیزدہم نیز در حق کسے کہ تاخیر کند نفر را تا روز چہارم کہ روز سیزدہم ست (۱۶۲)

یعنی، سُنَنِ مؤکدہ میں سے ہے گیارہ اور بارہ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا اور اِسی طرح تیرھویں رات اُس شخص کے حق میں جس نے مکہ لوٹنے میں چوتھے روز تک تاخیر کی کہ تیرھواں دن ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۱۶۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب طواف الزّيارة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص ۲۶۰

۱۶۱۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب طواف الزّيارة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص ۲۶۰

۱۶۲۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمه: فصل سوم در بيان فرائض الخ، ص ۴۷

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فیبیتُ بِها للرَّمی إی لیالی أیام الرَّمی هو السُّنَّةُ (١٦٣)

یعنی، پس رمی کے لئے منیٰ میں رات گزارے یعنی ایام رمی کی راتیں (منیٰ میں گزارے) اور یہ سنّت ہے۔

صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دسویں گیارھویں، بارھویں کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں(١٦٤)

اور احناف کے نزدیک ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب نہیں ہے جب کہ دیگر کے نزدیک واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا چنانچہ علامہ مظفر الدین ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

لا تُوجِبُ المبیتَ فی هذه اللّیالی بمنیً (١٦٥)

یعنی، ہم یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں کرتے۔

عدمِ وجوب کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ سقایہ اور اونٹوں والوں کو رخصت عنایت فرمائی اگر یہ رات گزارنا واجب ہوتا تو آپ ﷺ رخصت مرحمت نہ فرماتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ منیٰ میں رات بسر کرنے سے مقصود رمی ہے چنانچہ اسعد محمد سعید صاغرجی نے لکھا:

و قال الحنفیّةُ: المبیتُ فی تلك اللّیالی بمنیً سنّةٌ عندنا لیس بواجبٍ لأنَّ المقصودَ الرَّمی، و لأنّه لو کان واجباً لما رُخِّصَ فی ترکه لأهلِ السِّقایه و أمّا استئذانُ العبّاسِ فلإسقاط الإساءة الکائنةِ بسببِ الانفرادِ عن جمیعِ النّاس مع الرَّسولِ علیه

١٦٣۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: صلاة العید و الجمعة فی منیً، تحت قوله: فیبیتُ بِها للرَّمی، ٣/٦٢٠

١٦٤۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، طوافِ فرض، ٢/٦/٨٧

١٦٥۔ مجمع البحرین، فصل فی صفة أفعال الحجّ، ص ٢٣١

الصّلاة و السّلام (١٦٦)

یعنی، حنفیہ نے کہا کہ یہ راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے واجب نہیں ہے کیونکہ مقصود رمی ہے اور کیونکہ اگر واجب ہوتا تو اس کے ترک کی اہلِ سقایہ کو رخصت نہ دی جاتی مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اجازت طلب کرنا تو وہ اُس اسائت کو ساقط کرنے کے لئے تھا جو انفراد کی وجہ سے تھی کہ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

لہٰذا اِن راتوں کا اکثر حصہ مزدلفہ، یا مکہ یا منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ گزارنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ۵۴۰ھ (١٦٧) اور علامہ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (١٦٨) لکھتے ہیں:

و یکرهُ أن یبیتَ فی غیرِ منیً فی أیام منیً و یکونُ مُسیئاً ملخصاً

یعنی، مکروہ ہے کہ ایامِ منیٰ (کی راتیں) منیٰ کے غیر میں گزارے (اور ایسا کرنے والا) بُرا کرنے والا ہوگا۔

۲۔ اور آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ آنا اور آنے والی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا بھی سُنّت ہے چنانچہ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ

أنّـهُ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَجَّهَ قَبْلَ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَ صَلّٰى بِمِنًى الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ، وَ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ و فی روایة أبی سعید: رَاحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بَعْدَ الزَّوَالِ، فَأَتٰى مِنًى، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ وَ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ وَ الصُّبْحَ، و قال البخاریّ: صَلّٰی

١٦٦۔ الحجّ و العمرة، حکم المبیت بمنیً لیالی الرّمی، ص ٦٨

١٦٧۔ تحفة الفقهاء، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ص ٢٠٢

١٦٨۔ بدائع الصّنائع، کتاب الحجّ، فصل فی بیان سُنَن الحجّ إلخ، ٢/١٤٩

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الظُّهرَ وَ العَصرَ يَومَ التَّروِيَةِ بِمنىً (١٦٩)

یعنی، نبی کریم ﷺ نمازِ ظہر سے قبل (منیٰ کی طرف) متوجہ ہوئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔ اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ آٹھ ذوالحجہ کو زوال کے بعد روانہ ہوئے پس منیٰ میں تشریف لائے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا فرمائیں۔ اور امام بخاری نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

اور امام مسلم کی روایت ہے کہ

عن جابر قال: فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا إِلى مِنًى، فَأَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ، وَ الْعَصْرَ، وَ الْمَغْرِبَ، وَ الْعِشَاءَ، وَ الْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ (١٧٠)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب آٹھویں ذوالحجہ آئی تو لوگ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے پس حج کا احرام باندھا اور نبی کریم ﷺ سوار ہوئے پس ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں پھر کچھ دیر ٹھہرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا۔

آٹھ کو منیٰ جانا اور وہاں رات گزارنا سنّت ہے اور ترک مکروہ ہے مُرتکب مُسی (اسائت کرنے والا) ہے چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ

١٦٩ـ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب السّابع عشر فی التّوجّه من مكّة إلى منىً، ماجاء (٢) فی وقت التّوجّه إلى منىً من يوم التّروية، ص٣٧٦، ٣٧٧

١٧٠ـ صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب حجّة النّبيّ ﷺ، برقم: ٢٩٢٢/ ١٤٧ـ (١٢١٨)، ص٥٦٦

لکھتے ہیں:

لأنّ الرّواحَ إلى منىً يوم التّروية سُنّةٌ و تركُ السُّنّةِ مكروهٌ إلّا لضرورةٍ (١٧١)

یعنی، کیونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا سنّت ہے اور ترکِ سنّت مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی ضرورت کی بناء پر ہو۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اس تاریخ میں قیامِ منیٰ کے تارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

و لكنّهُ أساءَ بتركه الاقتداءَ برسولِ الله عليه الصّلاة و السّلام (١٧٢)

مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بودن شبِ عرفہ در منیٰ سنّت است(١٧٣)

یعنی، عرفہ کی رات منیٰ میں ہونا سنّت ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

یہاں بھی رات سے مراد رات کا اکثر حصہ ہے۔

علامہ ابو منصور کرمانی حنفی(١٧٤)، علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی(١٧٥) اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (١٧٦) لکھتے ہیں اور "ہدایہ" و "کافی نسفی" کے حوالے سے ملا علی قاری(١٧٧) نقل کرتے ہیں:

١٧١ـ المسالك فی المناسك، فصل فی الرّواح من مكّة إلى منًى، ص٤٨٧

١٧٢ـ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ١ـ٢/١٧٣

١٧٣ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب پنجم، فصل چهارم، ص١٧١

١٧٤ـ المسالك فی المناسك، فصل الرّواح من مكّة إلى منىً، ص٤٨٧

١٧٥ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ١ـ٢/١٧٣

١٧٦ـ الكافی، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: ثمّ إلى عرفاتٍ إلخ، ق ١/٢٢٩/أ

١٧٧ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب خطبة يوم السّابع من ذی الحجّة، فصل فی الرّواح، ص٢٠٨

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و إن بـاتَ بمكّةَ ليلةَ عرفةَ و صلّى بها الفجرَ، ثمّ غدا منها إلى عرفاتٍ و مرّ علی منیً جازَ ذلك و لكنّهٗ مُسِیئٌ۔ و اللّفظ للأول

یعنی، پس اگر عرفات کی رات مکہ میں بسر کی اور وہیں نمازِ فجر پڑھی پھر وہاں سے صبح میں عرفات کو چلا اور منیٰ سے گزرا تو اُسے جائز ہوا لیکن وہ اس میں اسائت کرنے والا ہوا۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن باتَ بمكّةَ تلكَ اللّيلةَ جازَ و أساءَ(۱۷۸)

یعنی، اگر وہ رات مکہ میں گزاری تو جائز ہوا (یعنی حج ہوگیا) اور اُس نے اسائت کی۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی لتركِ السُّنّةِ علی القولِ بها فقال الفارسیُّ تبعاً لما فی "المحیط" المبیت بها سنّة (۱۷۹)

یعنی، اس کے سنّت ہونے کے قول کی بنا پر اس نے سنّت ترک کر دیا، پس فارسی نے جو "محیط" میں ہے اس کی اتباع میں کہا کہ منیٰ میں رات گزارنا سنّت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر توقف نمود شبِ عرفہ در مکہ یا عرفات یا در جائے دیگر اسائت کردہ باشد بسببِ ترکِ سنت(۱۸۰)

۱۷۸۔ لُبابُ المناسك مع شرحه للقاری، باب خطبة یوم السّابع من ذی الحجّة فصل فی الرّواح ص ۲۰۸

۱۷۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب خطبة یوم السّابع من ذی الحجة، فصل فی الرّواح، ص ۲۰۸

۱۸۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب پنجم، فصل چهارم، ص ۱۷۱

یعنی، پس اگر شبِ عرفہ مکہ میں ٹھہرا رہا یا عرفات میں یا (منیٰ کے علاوہ) کسی اور جگہ (جیسے مزدلفہ وغیرہ) تو اُس نے ترکِ سنّت کے سبب اسائت کی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ سے ہوتا ہوا عرفات پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر بُرا کیا کہ سنّت کو ترک کیا(۱۸۱)

اور یہ مبیت (یعنی، رات گزارنا، چاہے نو کی رات ہو یا گیارہ اور بارہ کی راتیں ہوں) رات کے اکثر حصے سے حاصل ہوگا نہ کہ اقل سے چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و فی "التّوضیح" لا یحصلُ المبیتُ إلّا بمَعظَمِ اللّیلِ (۱۸۲)

یعنی، رات گزارنا رات کے اکثر حصے سے حاصل ہوگا۔

اور علامہ محبّ الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و المعتبرُ فی المبیتِ: الکونُ بمنیً معظَمِ اللّیلِ، إذ المبیتُ وَرَدَ مطلقاً، و الاستیعاب غیرُ واجبٍ اتفاقاً، فأُقیم المعظمُ مقامَ الکُلِّ، و لا فرق بین أول اللّیل و الآخرة (۱۸۳)

یعنی، منیٰ میں رات گزارنے میں معتبر منیٰ میں اکثر رات ہونا ہے، کیونکہ مبیت مطلقاً وارد ہوا ہے اور استیعاب بالاتفاق واجب نہیں ہے، پس اکثر کُل کے قائم مقام ہے، اور اول رات اور آخر رات میں کوئی فرق نہیں (یعنی اکثر رات کے اول میں گزارے یا رات کے آخری حصے

۱۸۱۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، ۱/۶/۶۷

۱۸۲۔ عمدة القاری، کتاب الحجّ، باب سِقایة الحاجّ، برقم: ۱۶۳۴، ۷/۲۱۴

۱۸۳۔ القِری لقاصِد امّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء فی وجوب استکمال المبیت فی اللّیالی الثّلاث، ص ۵۴۲

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں گزارے اس میں کوئی فرق نہیں ہے)

ترکِ مبیتِ منیٰ اگر عُذر صالح کی بناپر ہوتو اساءت لازم نہ آئے گی، اُن میں سے دو عُذر تو وہ ہیں کہ جن کا ذکر احادیث میں ہے کہ اہلِ سقایہ اور چرواہے اس معاملہ میں معذور قرار دیئے گئے، ان کے علاوہ امام نووی نے چند عُذر مزید بیان فرمائے چنانچہ وہبی سلیمان نے امام نووی کے حوالے سے لکھا کہ

و المعذورون: رِعاءُ الإبِلِ و أهلُ السّقايةِ: و منهم مَن له مالٌ يخافُ ضياعَهُ لو اشتَغَلَ بالمبيتِ أو يخافُ على نفسِهِ، أو أن يكونَ به مرضٌ يشُقُّ معه المبيتُ، أوله مريضٌ يحتاجُ إلى تعهّدِهِ (١٨٤)

یعنی، اور معذورین، اونٹوں کے چرواہے، اور اہلِ سقایہ اور اُن معذورین میں سے وہ شخص ہے جو مال رکھتا ہو اور اگر وہ مبیتِ منیٰ (یعنی منیٰ میں رات گزارنے) میں مشغول ہوتا ہے تو اُسے اُس کے ضائع ہونے کا خوف ہے، یا اُسے اپنی جان کا خوف ہے، یا وہ ایسا مریض ہو کہ جس پر مبیتِ منیٰ شاق ہو یا اُس کا ایسا مریض ہو جو تیمارداری کا محتاج ہو۔

ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد) کے نزدیک بلا عُذر منیٰ میں رات گزارنے کے ترک پر دَم واجب ہوگا اور تو یہ لازم ہوگی کیونکہ اُن کے نزدیک مبیتِ منیٰ واجب ہے اور ترکِ واجب سے دَم لازم آتا ہے اور اُن کے نزدیک یہ بھی واجب ہے لہٰذا اس کے بلا عُذر ترک پر دَم لازم ہوگا اور احناف کے نزدیک مبیتِ منیٰ سنّت مؤکدہ ہے اور بلا عُذر اس کا ترک مکروہ ہے کہ جس پر اساءت لازم ہوگی۔ چنانچہ علامہ مظفر الدین ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يكرهُ تركُه (١٨٥)

١٨٤ـ الكافي في الفقه الحنفي، ٢/٨٠٠

١٨٥ـ مجمع البحرين، فصل في صفة أفعال الحجّ، ص٢٣١

یعنی، اس کا ترک مکروہ ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و تركُ السُّنّةِ مكروهٌ إلا لضرورةٍ (١٨٦)

یعنی، ترکِ سنّت مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لو باتَ (أكثر ليلها في غير منىً) كُرِهَ (١٨٧)

یعنی، اگر رات کا اکثر حصہ غیر منیٰ میں گزارا تو مکروہ ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر انداخت آنہا را یا یکے از آنہا در مکہ یا در طریق، یا در موضع دیگر غیر منیٰ مکروہ باشد (١٨٨)

یعنی، پس اگر یہ راتیں یا اِن میں سے کوئی ایک رات مکہ مکرمہ میں یا راستے میں یا منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ گزاری تو مکروہ ہوا۔

اور دوسرے مقام پر مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

و از آنہا ست بیتوتہ کردن در شبہائے رمی جمار در غیر منیٰ اگر چہ در مکہ باشد (١٨٩)

یعنی، اُن میں سے ہے رمی جمار کی راتیں غیر منیٰ میں گزارنا اگر چہ مکہ میں ہو۔

١٨٦ـ المسالك في المناسك، فصل الرّواح من مكّة إلى منىً، ص٤٨٧

١٨٧ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب في الخطبة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص٢٦٠

١٨٨ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب نهم، فصل سيوم، ص٢١١

١٨٩ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمه، فصل سيوم در بيان فرائض و واجبات و سُنَن الخ، ص٥٠

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور سنّتِ مؤکدہ کے قصداً ترک پر اسائت لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و حکم السُّنَن أی المؤکّدۃ الإساءۃ بترکھا أی لو ترکھا عمداً (١٩٠)

یعنی، سُنَنِ مؤکدہ کا حکم یہ ہے کہ اُن کے عمداً ترک پر اسائت لازم آتی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم سُنَن مؤکدہ لزوم اسائت است بترک یکے از انہا عمداً (١٩١)

یعنی، حکم سُنَنِ مؤکدہ کا لُزوم اسائت ہے ان میں سے کسی ایک کو عمداً ترک کرنے کے سبب سے۔

اور لُزومِ اسائت سے اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و حکمُھا أی حکمُ المکروھاتِ دُخولُ النَّقصِ أی نقص الثّوابِ فی العَمَلِ و خوف العقاب أی تحقّق العقاب فیما ترك فیه السُّنّة المؤکّدۃ و تحقّق العذاب فی ترك الإیجاب (١٩٢)

یعنی، مکروہات کا حکم عمل میں ثواب کا ناقص ہونا ہے اور خوفِ عقاب ہے یعنی جس میں سنّتِ مؤکدہ کو ترک کیا اُس میں عقاب کے تحقُّق کا خوف ہے اور جس میں واجب کو ترک کیا اُس میں عذاب کا تحقُّق۔

١٩٠ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل فی سُنَنه، ص٨٣

١٩١ـ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمه، فصل سیوم، ص٤٨

١٩٢ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل فی مکروھاته و ھی کثیرۃ، ص٨٥

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

حکم مکروہات آن ست کہ ناقص شود ثواب عملی کہ واقع گردد دروی فعل مکروہ و لازم آید خوف عتاب در ترک سنّت مؤکدہ و خوف عذاب در ترک واجب (١٩٣)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس میں یہ فعل مکروہ واقع ہوا اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے اور سنّت مؤکدہ کے ترک میں خوفِ عتاب اور ترکِ واجب میں خوفِ عذاب لازم آتا ہے۔

۳۔ طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہونا سنّت مؤکدہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

عن جابر حدیثه الطّویل، و فیه أنّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمّا أتَی الْمُزْدَلِفَةَ صَلَّی الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّی الْفَجْرَ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰی أتَی الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، وَ لَمْ یَزَلْ وَاقِفاً حَتّٰی أسْفَرَ جِدّاً ثُمَّ دَفَعَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (١٩٤)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں مروی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (عرفات سے) مزدلفہ تشریف لائے تو مغرب و عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں پھر آرام فرما ہوئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، پس نماز فجر ادا فرمائی، پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر حرام تشریف لائے وہیں وقوف میں رہے یہاں تک کہ خوب اُجالا ہوا پھر طلوعِ آفتاب سے قبل (منیٰ کو) لوٹے۔

١٩٣ـ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمه، فصل سیوم، ص٥٠

١٩٤ـ القِریٰ لقاصد أمّ القُریٰ، الباب التّاسع عشر فی الإفاضة من عرفة و الوقوف بالمزدلفة ما جاء (١٦) فی التّبکیر بالصّبح بالمزدلفة، ص٤٢٥

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری کی حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

: قال: شَهِدْتُ عُمَرَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ (١٩٥)

یعنی، میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر ہوا آپ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز ادا فرمائی پھر وقوف فرمایا، پس فرمایا مشرکین مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے تک نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے اے ثبیر! روشن ہو جا اور بے شک نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت کی پھر سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کو لوٹے۔

اور محبّ طبری نے اِس روایت کو اِن الفاظ سے نقل کیا ہے:

عن عمرو بن ميمون قال: شَهِدْتُ عُمَرَ حِينَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ قَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يَدْفَعُونَ حَتَّى طَلَعَ الشَّمْسُ وَ يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ فَدَفَعَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (١٩٦)

یعنی، عمرو بن میمون سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا جب آپ نے مزدلفہ میں نمازِ فجر ادا فرمائی، فرمایا بے شک مشرکین مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا اور کہتے تھے اے ثبیر! روشن ہو جا، اور بے شک نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت فرمائی اور طلوعِ آفتاب سے

١٩٥۔ صحيح البخاري، كتاب الحجّ، باب متى يدفع من جمع، برقم: ١٦٨٤، ١/ ٤١٥

١٩٦۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرى، الباب العشرون في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (١) في وقت الإفاضة ص ٤٢٧

قبل منیٰ کو لوٹے۔

عن ابن عمر قال: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (١٩٧)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک مشرکین مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے (جبلِ) ثبیر روشن ہو جا اور نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت فرمائی پھر طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹے۔

و عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ لَا يُفِيضُونَ فِي حَجِّهِمْ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ حَتَّى تَنْظُرَ الْإِبِلُ مَوَاضِعَ أَخْفَافِهَا (١٩٨) أخرجه سعيد بن منصور

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ یہ حضرات اپنے حج میں مزدلفہ سے (منیٰ کو) نہ لوٹتے تھے یہاں تک کہ اونٹ اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ کو دیکھ لیں۔

عن جابر بن زيد قال: وَقْتُ الدَّفْعَةِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِذَا أَبْصَرَتِ الْإِبِلُ أَخْفَافَهَا (١٩٩) أخرجه سعيد بن منصور

١٩٧۔ هداية السّالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، الباب الحادي عشر، فصل في الدّفع من مزدلفة إلى منىً، ٣/ ١٠٧٤

١٩٨۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرى، الباب العشرون، في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (١) في وقت الإفاضة ص ٤٢٧

١٩٩۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرى، الباب العشرون، في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (١) في وقت الإفاضة ص ٤٢٧

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، حضرت جابر بن زید سے مروی ہے فرمایا مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹنے کا وقت وہ ہے جب اونٹ اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ کو دیکھ لے۔

عن نافع قال: أسْفَرَ ابنُ الزُّبَيْرِ بِالدَّفْعَةِ، فَقَالَ ابنُ عُمَرَ: تُرِيْدُوْنَ الْجَاهِلِيَّةَ؟ فَدَفَعَ ابْنُ عُمَرَ، وَ دَفَعَ النَّاسُ مَعَهُ (۲۰۰) أخرجه سعيد بن منصور

یعنی، نافع تابعی سے مروی ہے کہ فرمایا مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنے کے لئے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے خوب اُجالا ہونے کا انتظار کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگ زمانۂ جاہلیت والے عمل کا ارادہ رکھتے ہو (یعنی سورج نکلنے کا انتظار کر رہے ہو)، پس حضرت ابن عمر منیٰ کو لوٹے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی لوٹے۔

قال طاؤوس: كان أهلُ الجاهليّة يَدفعُونَ مِن عرفةَ قبلَ أن تغيبَ الشّمسُ و مِن المزدلفةِ بعد أن تطلعَ الشّمسُ، و يقولون: أشرِق ثبيرُ كما نُغير فأخّرهُ اللهُ هذه، و قدّم هذه، قال الشّافعي يعني قدّم المزدلفة قبل أن تطلعَ الشّمس و أخّر عرفةَ إلى أن تغيبَ الشّمسُ (۲۰۱)

یعنی، طاؤوس نے فرمایا کہ اہلِ جاہلیت میں عرفات سے (مزدلفہ کو) سورج غُروب ہونے سے قبل اور مزدلفہ سے (منیٰ کو) سورج طلوع ہونے کے بعد لوٹتے تھے اور کہتے تھے ثبیر روشن ہو جا تا کہ ہم جگہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ نے اِسے مؤخر کر دیا اور اُسے مقدم کر دیا، امام شافعی نے

۲۰۰۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب العشرون، في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (۱) في وقت الإفاضة ص۴۲۷

۲۰۱۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب العشرون، في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (۱) في وقت الإفاضة ص۴۲۷

فرمایا مطلب ہے کہ مزدلفہ سے لوٹنے کو سورج نکلنے پر مقدم فرمایا اور عرفہ کے قیام کو سورج غروب ہونے تک مؤخر فرمایا۔

احادیث و آثار کو نقل کر کے علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

قال أهل العلم: و هذه سنّة الإسلام، أن يُدفع من المزدلفة عند الأسفار قبل طلوع الشّمس (۲۰۲)

یعنی، اہلِ علم نے فرمایا یہ سنّتِ اسلام ہے کہ خوب اُجالا ہو جانے کے وقت طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹے۔

اور امام عزالدین بن جماعہ کنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

و السُّنّة: أن يتوجّهوا إلى منىً قبل طلوعِ الشّمسِ و عليهم السّكينةُ بالاتفاق، اقتداءً بالنّبيّ ﷺ (۲۰۳)

یعنی، سُنّت ہے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹیں اور لوٹتے وقت اُن پر بالاتفاق سکون لازم ہو نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے۔

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصلُ أنّ الإفاضة على وجهِ السُّنّةِ أن يكونَ بعد الإسفارِ مِن المَشعرِ الحرام (۲۰۴)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ مزدلفہ سے سنّت کے مطابق رُجوع یہ ہے کہ وہ (یعنی منیٰ کو لوٹنا) خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد مشعرِ حرام سے ہو۔

۲۰۲۔ القِرى لقاصد أم القُرى، الباب العشرون، في الإفاضة من المزدلفة و في الرّمي، ما جاء (۱) في وقت الإفاضة ص۴۲۷

۲۰۳۔ هداية السّالك، الباب الحادي عشر: في الخروج من مكة المشرفة إلخ، ۱۰۷۵/۳

۲۰۴۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أحكام المزدلفة فصل في آداب التّوجّه إلى منىً، ص ۲۴۴

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شود از وقوفِ مزدلفہ و اسفار بسیار شود پس سنت است کہ افاضہ نماید از مزدلفہ ہمراہ امام قبل از طلوعِ شمس(۲۰۵)

یعنی، جب وقوف مزدلفہ سے فارغ ہو جائے اور خُوب اُجالا ہو جائے تو سُنّت یہ ہے کہ امام کے ساتھ سورج نکلنے سے قبل مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹے۔

اور دوسرے مقام پر سُنَنِ مؤکدہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

و از انہا خروج نمودن از مزدلفہ برای رجوع بسوی منیٰ قبل از طلوعِ شمس(۲۰۶)

یعنی، سُنَنِ مؤکدہ میں سے ہے مزدلفہ سے منیٰ کی جانب لوٹنے کے لئے طلوعِ آفتاب سے قبل نکلنا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنا سُنّت مؤکدہ ہے اور طلوعِ آفتاب کے وقت مزدلفہ میں رہنا اور منیٰ کو نہ لوٹنا سُنّت مؤکدہ کے خلاف ہے اگرچہ اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور وہ سنّت مؤکدہ کو ترک کرنے کی وجہ سے اسائت کرنے والا کہلائے گا۔

چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و کذا لو دَفَعَ بعدَ طُلوعِ الشَّمسِ سواء أفاضَ معه أم لا، لا یلزَمُ منه شيءٌ و یکونُ مُسیئاً لترکِهِ السُّنّة(۲۰۷)

یعنی، اور اسی طرح اگر طلوعِ شمس کے بعد لوٹا، چاہے امام کے ساتھ لوٹا یا نہ، تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے

۲۰۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہفتم، فصل ششم در بیان کیفیۃ رجوع از مزدلفۃ بسوئے منیٰ، ص ۱۹۸

۲۰۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ، فصل سیوم دربیان فرائض الخ، ص ۴۷

۲۰۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أحکام المزدلفۃ، فصل فی آداب التّوجّه إلی منًی، ص ۲۴۴

اسائت کرنے والا ہوگا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر توقف کرد تا طلوعِ شمس در مزدلفہ خلاف سُنّت کردہ باشد و لیکن لازم نہ باشد بروئے چیزے از کفارت(۲۰۸)

یعنی، پس اگر وہ طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرا رہا تو خلافِ سنّت کیا لیکن اس وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

علامہ سید محمد امین عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ صاحب درمختار علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کی عبارت "و إذا أسفَرَ جداً أتی منیً" (یعنی جب خوب اُجالا ہو جائے تو منیٰ آئے) کے تحت لکھتے ہیں:

و فسَّرَ "الإمامُ" الإسفارَ بحیث لا یبقی إلی طُلوعِ الشَّمسِ إلّا مقدارُ ما یصلّی رکعتَین، و إنْ دَفَعَ بعد طلوعِ الشَّمسِ، أو قبل أنْ یصلّیَ النّاسُ الفجرَ فقد أساءَ، و لا شيءَ علیه "هندیة" "ط" و ما وقَعَ فی نسخ "القدوريّ": و إذا طلعتِ الشَّمسُ أفاضَ الإمامُ، قال فی "الهدایة": إنّه غلط، لأنَّ النّبيَّ ﷺ دَفَعَ قبلَ طلوعِ الشّمس و تمامُه فی "الشرنبلالیة" (۲۰۹)

یعنی، اور امام نے خُوب اُجالے کی تفسیر اس طرح کی کہ طلوعِ آفتاب میں صرف اتنا وقت باقی رہ جائے کہ جس میں (مسنون قرأت کے ساتھ) دو رکعت ادا کی جا سکیں اور اگر طلوعِ آفتاب کے بعد (مزدلفہ سے) لوٹا یا لوگوں کے نمازِ فجر پڑھ لینے سے قبل (اور طلوعِ فجر

۲۰۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہفتم، فصل ششم در بیان کیفیۃ رجوع از مزدلفہ بسوئے منیٰ، ص ۱۹۸

۲۰۹۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی الوقوف بمزدلفۃ تحت قوله: إذا أسفر جداً، ۳/۶۰۵، ۶۰۶

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کےبعد)لوٹا تو اس نے اسائت کی اور اُس پر کچھ لازم نہیں "ھـــنـــديـــه" (۲۱۰) "طـحـطاوی"(۲۱۱) اور جو "قدوری" (۲۱۱) کے نسخوں میں واقع ہے کہ جب سورج طلوع

۲۱۰۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فی كيفية أداء الحجّ، ۱/۲۳۱

۲۱۱۔ حاشية الطّحطاوی علی الدّر المختار، كتاب الحجّ، فصل فی الإحرام، تحت قوله: إذا أسفر جداً، ۱/۵۰۵

۲۱۲۔ صاحبِ ہدایہ کے اس مسئلہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہاء کرام دینی مسائل میں کتنے محتاط تھے جو مسئلہ دلائل کے موافق ہوتا اُسے لے لیتے ورنہ توقف فرماتے، صاحبِ ہدایہ نے جب یہ لکھا ہے کہ تو یقیناً انہوں نے "مختصر قدوری" کا جو نسخہ پایا اُس میں اسی طرح تھا جس طرح کہ صاحبِ ہدایہ نے "ہدایہ" میں لکھا ہے اور اس کی تائید علامہ قاسم بن قطلوبغا کی نقل سے بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ علامہ قاسم نے "التصحيح و الترجيح" میں "مختصر قدوری" کی جو عبارت نقل کی وہ اس طرح ہے "قوله: و إذ طلعتِ الشمسُ أفاض الإمامَ و الناس حتى يأتوا منًى"

اور علماء کرام نے اِس کے چند جوابات دیئے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ (صاحبِ قدوری کی طرف منسوب قول) "جب سورج طلوع ہو جائے" کا مطلب ہے کہ جب طلوع ہونے کے قریب ہو جائے چنانچہ علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

و أقول معنى قوله: و إذا طلعتِ الشمسُ: إذا قربتْ إلى الطُّلوع، و فعلَ ذلك اعتماداً على ظُهُور المسألة

یعنی، میں کہتا ہوں صاحبِ ہدایہ کے نقل کردہ قول "اور جب سورج طلوع ہو جائے" کا مطلب ہے جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوا ور مصنّف نے مسئلہ کے ظہور کی بنا پر ایسا کیا (العناية شرح الهداية، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ۲/۵۰)

اور بعض علماء کرام نے اِس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں کہ

و قال النقانیُّ: الغلطُ وقعَ مِن الكاتبِ لا من القدوری نفسَه، ألا ترى الشّيخَ أبا النّصرِ البغداديَّ رحمه الله و هو من تلامذةِ الشّيخ أبي الحسين القدوريّ رحمه الله فقد أثبتَ لفظَ القدوری فی هذا المواضع فی "شرحِه" بقوله: قال: "ثم يفيضُ الإمامُ مِن مزدلفة قبلِ طلوعِ الشّمس و النّاس معه حتى أتى منىً" و أثبتِ الإمامُ القدوريُّ فی "شرحِه" لمختصر الكرخی مثلَ هذا أيضاً فقال: "و يفيضُ الإمام قبلِ طلوعِ الشّمسِ

ہو جائے تو امام لوٹے، "هـدايه" (۲۱۳) میں فرمایا کہ یہ غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ (مزدلفہ سے منیٰ کو) طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹے تھے اور یہ تمام "شرنبلالية" (۲۱٤) میں ہے۔

فيأتي منىً" (غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الأحكام، كتاب الحجّ، تحت قوله: و إذا أسفر، ۱/۲۲۷)

یعنی، علامہ اتقانی نے (ھدایہ کی شرح "غاية البيان" كتاب الحجّ، باب الإحرام، ق ۲۱۱/ب مبـــس) کہا غلطی کاتب سے ہوئی ہے نہ کہ امام قدوری علیہ الرحمہ سے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ شیخ ابو النصر بغدادی علیہ الرحمہ جو شیخ ابو الحسین قدوری کے شاگردوں میں سے ہیں انہوں نے اپنی شرح میں اِس مقام پر امام قدوری کا جو لفظ ثابت رکھا وہ یہ ہے کہ "پھر امام مزدلفہ سے سورج نکلنے سے قبل لوٹے اور لوگ اُس کے ساتھ (لوٹیں) یہاں تک کہ منیٰ آئے" اور امام قدوری نے "مختصر كرخي" پر اپنی شرح میں بھی اِس کی مثل ثابت رکھا پس امام قدوری نے فرمایا کہ "امام طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹے پس منیٰ آئے"۔

اور اب "مختصر القدوری" کے نسخے تصحیح شدہ ہیں، احقر کی نظر سے "مختصر القدوری" کے دس سے زائد نسخے گزرے ہیں اور میں نے کسی میں بھی یہ غلطی نہیں پائی ہے، جیسے دار الكتب العلمیہ، بیروت سے شیخ کامل محمد محمد عویضہ کی تحقیق سے چھپا ہوا نسخہ، ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی سے حاشیہ "المظهر الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مکتبہ الفاروق الاعظم، تہران سے شیخ غلام مصطفیٰ سندھی کی تعلیق کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی "التوضيح الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مکتبہ بشریٰ، کراچی سے حاشیہ "المعتصر الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الکتاب العربی، بیروت سے "اللباب" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مکتبہ حقانیہ، ملتان سے "الجوهرة النيّره" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی سے "الجوهرة النيّرة" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت سے "الجوهرة النيّرة" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت سے "التصحيح و الترجيح" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ۔

۲۱۳۔ الهداية كتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱۔۱۷۷/۲، اور اس میں "قدوری" کی جگہ "مختصر" ہے اس کے علاوہ یہاں "إنه غلط" ہے جب کہ "هداية" میں "هذا غلط" ہے اور اس کے بعد ہے کہ "و الصّحيح: أنّه إذا أسفر أفاض الإمام و النّاس" اس کے بعد وہی عبارت ہے جسے علامہ شامی نے نقل کیا۔

۲۱٤۔ غنية ذوی الأحكام فی بُغية دُرَرِ الحُكّام، كتاب الحجّ، تحت قوله: و إذا أسفر الخ

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہاں اگر حاجی خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد مَشعرِ حرام سے منیٰ کو چلا اور لوگوں کے ازدحام یا کسی اور وجہ سے حُدودِ مزدلفہ سے ابھی نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا تو اِس صورت میں وہ سنّت کا خلاف کرنے والا اسائت کا مرتکب نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتی لو طلَعَ الشّمسُ علیه و هو بمزدلفةَ لا یکونُ مخالفاً للسُّنّةِ (۲۱۵)

یعنی، (خُوب اُجالا ہونے کے بعد حاجی مَشعرِ حرام سے چلا) حتی کہ اُس پر سورج طلوع ہو گیا اور وہ (ابھی) مزدلفہ میں تھا تو سُنّت کا مخالف نہ ہوگا۔

اب وہ لوگ کہ جن کے خیمے مزدلفہ میں ہوں وہ تین مؤکّدہ سُنّتوں کا قصداً خلاف کریں گے ایک تو یہ کہ وہ جب ۸ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے آئیں گے تو بجائے منیٰ کے مزدلفہ میں قیام کریں گے جب کہ منیٰ میں قیام سنّت مؤکّدہ تھا، اور اس کے ترک میں روافض کے ساتھ مشابہت بھی ہے کہ وہ اِس تاریخ کو منیٰ نہیں آتے، دوسری یہ کہ جب وہ شبِ مزدلفہ کے بعد اپنے خیموں کو لوٹیں گے تو سورج نکلنے کے بعد تک مزدلفہ میں ہی رہیں گے جب کہ سورج نکلنے سے قبل مَشعرِ حرام سے منیٰ کو لوٹنا سنّت مؤکّدہ تھا، اور اُن کو اُس شخص پر قیاس کر کے مخالفتِ سنّت کے ارتکاب سے بَری نہیں کیا جا سکتا جو خوب اُجالا ہونے کے بعد مَشعرِ حرام سے چلا ابھی مزدلفہ کی حُدود سے نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا کیونکہ وہ عازمِ منیٰ ہے اور یہ عازمِ منیٰ نہیں ہیں کیونکہ اِس کی قیام گاہ منیٰ نہیں مزدلفہ ہے، اس طرح سنّت کی مخالف اور مشرکین کے عمل سے مشابہت ہوگی جب کہ نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی مخالفت کا قصد فرمایا تھا، اور اس سے وہ لوگ خارج ہیں جو مزدلفہ میں خیمہ ہونے کے باوجود سنّت کی موافقت اور مشرکین کی مخالفت کا قصد کرتے ہیں لیکن ایسے اقل قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور تیسری یہ ہے کہ گیارہ اور بارہ کی راتوں کا اکثر حصہ منیٰ میں بسر کرنا سنت مؤکّدہ ہے جب کہ مزدلفہ کے مقیم اس سے محروم رہتے ہیں، یہ تینوں سنّتیں مؤکّدہ ہیں اور اُن کا ارتکاب مکروہ اور لُزومِ اسائت کا سبب اور محرومی کا

۲۱۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أحکام المزدلفة فصل فی آداب التوجّه إلی منیً، ص ۲٤٤

باعث ہے۔

اِس معاملے میں گروپ لیڈران کو چاہئے کہ وہ غور کریں اور اپنے ساتھ آنے والے حاجیوں کے لئے اُن مؤکّدہ سُنَن کی ادائیگی آسان بنائیں اور اُن کے ترک کا التزام نہ کریں، ان لوگوں کا مزدلفہ میں قیام اور مکہ میں قیام برابر ہے بلکہ مزدلفہ میں قیام سے اُن کا مکہ میں قیام بہتر ہے کیونکہ مزدلفہ میں قیام سے تین مؤکّدہ سنّتیں ترک ہوئیں جب کہ مکہ میں قیام سے دو، ایک آٹھ کو منیٰ پہنچ کر ۹ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنے کی سنّت اور دوسری گیارہ اور بارہ کی راتوں کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنے کی سُنّت، اور دس کی صبح سورج نکلنے سے قبل منیٰ کو نکلنے کی سُنّت فوت نہ ہوئی تو اس لحاظ سے مزدلفہ میں قیام سے مکہ میں قیام بہتر ہوا۔

اور یہ کہنا کہ یہ نیو منیٰ ہے جو دن کو منیٰ اور رات کو مزدلفہ یا رات کو منیٰ اور دن کو مزدلفہ ہے اس کی کوئی شرعی حقیقت نہیں ہے کیونکہ منیٰ کی حد لمبائی میں جمرہ عقبہ سے وادی مُحَسِّر تک ہے اور جمرہ عقبہ اور وادی مُحَسِّر دونوں اس میں شامل نہیں ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ جمرۂ عقبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لأنّها أقصَی الجمرِ مِن منیً، و أقربُ إلی مکة، فإنّها خارجةٌ عن حدِّ منیً (۲۱٦)

یعنی، وہ منیٰ کے جمرات میں سے اقصیٰ جمرہ ہے اور مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے پس یہ حدِّ منیٰ سے خارج ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

هی ثالثُ الجمرات علی حدِّ منیً من جهةِ مکّةَ و لیستْ من منیً (۲۱۷)

یعنی، جمرہ عقبہ یہ جمرات میں سے مکہ کی جہت تیسرا جمرہ ہے اور یہ منیٰ میں

۲۱٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار، فصل فی صفة الرّمی الخ، ص ۲٦۹

۲۱۷۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب فی رمی جمرة العقبة، ۲/٦۰٦

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہے۔

اور وادیٔ مُحَسّر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

و فی "البحر": وادی محسِّرٍ موضعٌ فاصلٌ بین منیً و مزدلفةَ لیس من واحدةٍ منها، قال الأزرقی و هو خمسمائة ذراع و أربعون ذراعاً اھ لأنّه موقفُ النّصاری هم أصحابُ الفیل(۲۱۸)

یعنی، اور "بحر الرائق" (۲۱۹) میں ہے کہ وادیٔ مُحَسّر منیٰ اور مزدلفہ کے مابین (حدِّ) فاصل ہے دونوں میں سے کسی سے نہیں ہے (یعنی نہ منیٰ سے نہ مزدلفہ سے) علامہ ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد مکی ازرقی متوفی ۲۴۴ھ فرماتے ہیں کہ وہ پانچ سو چالیس ہاتھ ہے اھ کیونکہ یہ موقفِ نصاریٰ ہے جو ہاتھی والے تھے۔

اور علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ (۲۲۰) اور ابن الضیاء حنفی (۲۲۱) نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن جریج قال: قلتُ لعطاء: أین منیً؟ قال: من العَقَبة إلی وادی مُحسِّرٍ قال عطاء: فلا أُحبُّ أنْ ینزلَ أحدٌ إلاّ وراءَ العَقَبَةِ إلی وادی محسِّرٍ أخرجه الأزرقی

یعنی، ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے عطاء (تابعی) سے پوچھا کہ

۲۱۸۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب فی الوقوف بمزدلفة، ۶۰۶/۳

۲۱۹۔ البحر الرائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: ....

۲۲۰۔ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء (۲) فی حدود منیً، ص۵۴۳

۲۲۱۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر: فی الخروج من مكّة إلی منًی ثم عرفة، یوم التروية، ۱۴۱۵/۳

منیٰ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا جمرۂ عقبہ سے لے کر وادیٔ مُحَسّر تک، عطا نے فرمایا، پس میں اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی (قیامِ منیٰ کے لئے) اُترے مگر عقبہ کے بعد سے وادیٔ مُحَسّر تک، علامہ ازرقی نے اِس کی تخریج فرمائی ہے۔

علامہ محبّ طبری (۲۲۲) نے اس باب میں اثرِ عمر، و ابن عباس، و مجاہد رضی اللہ عنہم نقل کرنے کے بعد لکھا جسے علامہ ابن الضیاء حنفی (۲۲۳) نے بھی نقل کیا کہ:

فی هذه الأحادیث دلالة علی أنَّ حدَّ منیً من وادی مُحسِّر إلی جمرةِ العَقَبة، و لیس وادی محسِّر منهُ

یعنی، اِن احادیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ منیٰ کی حد وادیٔ مُحسّر سے جمرۂ عقبہ تک ہے اور وادیٔ مُحسّر منیٰ سے نہیں ہے۔

قاضی و مفتی مکہ علامہ ابو البقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۶۵۴ھ لکھتے ہیں:

و وادی مُحَسِّر: مسیلُ ماءٍ فاصلٌ بین مزدلفة و منیً، و هو لیس من منیً، و نقل القاضی عز الدین بن جماعة اتفاق الأئمة الأربعة علی ذلك (۲۲۴)

یعنی، وادیٔ مُحسّر: پانی بہنے کی جگہ جو مزدلفہ اور منیٰ میں فاصل ہے اور وہ

۲۲۲۔ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء (۲) فی حدود منیً، ص۵۴۳

۲۲۳۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر: فی الخروج من مكّة إلی منًی ثم عرفة، یوم التروية، ۱۴۱۵/۳

۲۲۴۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر، فی الخروج من مكّة إلی منیً، مطلب: وادی مُحسِّر، ۱۶۵۱/۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منیٰ سے نہیں ہے قاضی عزالدین جماعہ(۲۲۵) نے اس پر ائمہ اربعہ سے اجماع نقل کیا ہے۔

اور منیٰ تقریباً دو میل لمبی گھاٹی ہے جو جمرہ عقبہ کے بعد سے شروع ہو کر وادی مُحسّر تک ختم ہوتی ہے اس لئے اِس کی لمبائی زیادہ اور چوڑائی بہت کم ہے اور اِس کے اطراف میں جو پہاڑ ہیں اُن کا اندرونی حصہ منیٰ ہے اور بیرونی منیٰ سے خارج ہے یہی چوڑائی میں اِس کی حدّ ہے چنانچہ علامہ محبّ الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

منیً شعبٌ طویلٌ نحو میلَین و عرضُه یسیرٌ و الجبال المحیطةُ بـه: مـا أقبـلَ منهـا علیـه فهـو مِن منیً، و ما أدبرَ فلیس مِن منیً(۲۲۶)

یعنی، منیٰ تقریباً دو میل کی مقدار طویل گھائی ہے اِس کی چوڑائی تھوڑی ہے اور پہاڑ جو اِسے احاطہ کئے ہوئے ہیں اُن کی جو سامنے کی طرف ہے وہ منیٰ ہے اور جو پچھلی طرف ہے وہ منیٰ سے نہیں ہے۔

لہٰذا کبری فیصل سے لے کر وادی مُحسّر تک حصے میں خیمے نصب کر کے اُسے نیو منیٰ کا نام دیا گیا ہے اِس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اِس جگہ موجود شخص مزدلفہ میں ہی رہے گا نہ کہ منیٰ میں اور اِس جگہ رات گزارنا مزدلفہ میں رات گزارنا ہے نہ کہ منیٰ میں۔

اور گروپ لیڈران میں سے جو اپنے گروپ کے لئے اِس جگہ خیمے حاصل کرے اُسے

۲۲۵۔ هدایة السالك، الباب الحادی عشر فی الخروج من مکة إلی منًی إلخ، ۱۰۷۹/۳

و فیه: و وادی مُحَسِّرٍ، مَسِیْلُ ماءٍ فاصلٌ بین مزدلفة و مِنیً، کذا نقل النّووی رحمه الله عن الشّافعیّة، و جزم بأنّه لیس منیً، و هو قول الثّلاثة

یعنی، وادی مُحسّر: پانی بہنے کی جگہ ہے جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہے اس طرح امام نووی علیہ الرحمہ نے شافعیہ سے نقل کیا ہے اور جزم فرمایا کہ یہ منیٰ نہیں ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔

۲۲۶۔ القِریٰ لقاصِدِ أمّ القُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء(۲) فی حُدود منیً، ص ۵۴۲

چاہئے کہ وہ لوگوں کو اِس کی کوئی مالی و مادی منفعت بتا کر راغب نہ کرے کیونکہ ایک تو مؤکدہ سُنَن کا ترک ہے اور دوسرا یہ کہ یہ مؤکدہ سُنَن ترک کروانے کا سامان کرنا پھر اِس کی رغبت دلانا ایک شنیع فعل ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی فجر کی دو مؤکدہ سنّتوں، یا ظہر کی چار یا دو مؤکدہ سنّتوں یا مغرب یا عشاء کی دو مؤکدہ سنّتوں کے ترک کی ترغیب دلائے اور کہے سنّت ہی ہے اور کیا ہے اگر چھوڑ دی تو کچھ لازم نہیں آئے گا اور مزید برآں اس کے چھوڑنے کے فائدے بتائے کہ اگر تو یہ سنّتیں چھوڑ دے گا تو تیرا اتنا وقت بچے گا جس میں تو اتنے روپے کما لے گا، کوئی مسلمان ایسا کرنا تو دُور کی بات ہے ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مسلمانوں کو نماز کی مؤکدہ سنّتیں چھوڑنے کا مشورہ دے یا رغبت دلائے یا چھوڑنے کے فوائد گنوائے، اگر یہ نماز کی مؤکدہ سنّتیں ہیں تو وہ حج کی مؤکدہ سنّتیں ہیں۔ اِن کو چھوڑنے کا مشورہ دینا ایسا ہی ہے جیسا مقیم کو نماز کی مؤکدہ سنّتیں چھوڑنے کا مشورہ دینا، ان کو چھوڑنے کی رغبت دلانا ایسا ہی ہے جیسا نماز مؤکدہ سنّتیں چھوڑنے کی رغبت دلانا، ان کے ترک کے فوائد گنوانا ایسا ہی ہے جیسا نماز کی مؤکدہ سنتوں کو چھوڑنے کے فوائد گنوانا، اگرچہ آج کل حجاج کرام کی اکثریت ایسی ہوتی جا رہی ہے کہ جن کے پیشِ نظر مناسکِ حج کی صحیح ادائیگی نہیں ہوتی وہ صرف آرام و راحت اور مالی منفعت کو مدِّ نظر رکھتے ہیں، گروپ آرگنائزر اُن کی اِس غلط سوچ، گھٹیا نظریے کو تقویت دینے کی بجائے اُن میں مثبت سوچ بیدار کرنے کی سعی کریں، وہ جو اس سعادت کے حصول کے لئے ایک عرصے تک دعائیں کرتے رہے اور ہر آنے والے کو دعا کے لئے کہتے رہے اور زرِ کثیر خرچ کر کے اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں پہنچے اور یہاں آ کر انہوں نے سب کچھ بھلا دیا، یہاں تک کہ اُن کو اپنے آنے کا مقصد بھی یاد نہ رہا، انہیں اُن کے آنے کا مقصد یاد دلائیں اور مقصود کے حصول کے لئے سامان مہیا کریں۔ حجاج کرام کی اکثریت ہدایا و تحائف کی خریداری پر کثیر رقم خرچ کر دیتی ہے مشاہدہ کرنا ہو تو حجاج کرام کو اُس وقت دیکھئے جب وطن واپسی کے لئے وہ ائیر پورٹ پر ہوں اور اُن کے سامان کا وزن ہو رہا ہو، انہیں سمجھائیں کہ اگر گنجائش نہیں ہے تو ہدایا و تحائف میں کمی کر دیں اور ترکِ سنّت مؤکدہ کا التزام

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ کریں جس محبوب کے طفیل ساری نعمتیں ملیں اُسی پیارے آقا کی مؤکدہ سنّت کوقصداً ترک کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

نادان لوگ کہتے ہیں کہ فلاں گروپ بہت اچھا ہے کہ اس نے اتنی اچھی رہائش دی، بہترین کھانا دیا، یہ سہولت دی وہ سہولت دی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ گروپ وہی اچھا ہے جس نے آپ کوآپ کے آنے کا مقصو دیاد دلایا، آپ سے حج کے مناسک صحیح ادا کروائے، آپ کے لئے عبادت وبندگی کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے، مگر کیا کریں المیہ تو یہ ہے کہ گروپ میکرز کی اکثریت ایسی ہے کہ جن کودین سے کوئی وابستگی ہی نہیں، اُن کا مقصود صرف اور صرف حصولِ زر ہے، اکثر تو ایسے ہیں کہ جنہیں حج کے ارکان اور واجبات تک کا بھی علم نہیں اُن سے بھلا کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ حجاج کرام کے لئے فرائض وواجبات صحیح ادا کرانے کی سعی کریں گے۔ اگر چہ ایسے بھی ہیں جو حجاج کرام کے مناسک کی صحیح صحیح ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں ان کی مکمل رہنمائی کا انتظام کرتے ہیں اُن کو آنے کا مقصد یاد دلانے کی سعی کرتے ہیں، انہیں روحانی غذا مہیا کرنے کا بندوبست کرتے ہیں لیکن ایسے بہت ہی کم ہیں۔

اگر انہیں کہا جائے کہ جمرات کے قریب خیمے مہنگے ہیں تو تم لوگ منٰی کے آخر میں دُور خیمے خریدلو لازماً وہاں قیمت کم ہوگی تو کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ہے کہ ہم مزدلفہ میں خیمہ لے لیں کیونکہ حاجی کو کنکریاں مارنے کے لئے دونوں صورتوں میں زیادہ ہی چلنا پڑے گا نادان یہ نہیں سمجھتے کہ حاجی کے چلنے اور جمرات سے فاصلے کا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ صرف وصرف مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کا ہے منٰی میں خیمے لینے ہیں مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کا اہتمام ہے جب کہ مزدلفہ میں خیمے خریدنے میں ان مؤکدہ سنتوں کے ترک کی سعی ہے۔

اور بعض گروپ میکرز یہ بھی کہتے ہیں کہ حجاج کرام منٰی سے رات کو ہی عرفات بسوں میں روانہ ہوجاتے ہیں وہ بھی تو سنّت کو ترک کرتے ہیں کیونکہ سنّت یہ ہے کہ حاجی نوتاریخ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منٰی سے عرفات کوروانہ ہو، اور وہ لوگ فجر جسے منٰی میں ادا کرنا سنّت تھا اُسے عرفات میں جاکرادا کرتے ہیں اور وہ رات کہ جسے منٰی میں گزارنا سنّت تھا اُسے عرفات

میں گزارتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں کہتے کہ یہ درست ہے بلاعذر ایسا کرنا یقیناً درست نہیں ہے کہ اس میں سنّت کا ترک لازم آتا ہے کیونکہ رات کا اکثر حصہ منٰی میں گزارنا سنّت تھا اور وہ نہ پایا گیا اور نمازِ فجر منٰی میں ادا کرنا سنّت تھا وہ ادا نہ ہوئی، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جو بسیں طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کوروانہ ہوتی ہیں اُن کے راستہ میں پھنس جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے کیونکہ لوگ راستوں پر بیٹھ جاتے ہیں کہ پیدل چلنا بھی دشوار ہوجاتا ہے، اس لئے گروپ آپریٹرز اس کا رِسک اُٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس کا آسان حل یہی ہے کہ اس رات کا اکثر حصہ گزرنے پر حاجیوں کی بسیں لے کر عرفات روانہ ہوں وہ اس طرح کہ مغرب سے رات شروع ہوجاتی ہے فجر تک گھنٹوں کا حساب لگایا جائے جب آدھے سے زیادہ وقت گزرجائے اس وقت روانہ ہوں اس طرح یہ سنّت مؤکدہ ادا ہوجائے گی، گروپ آپریٹرز اسے ممکن بناسکتے ہیں کیونکہ بسیں دینا معلّم حضرات کے بس میں ہے اور اُن کوانہوں نے بھاری رقم ادا کی ہوتی ہے لہٰذا تھوڑی سے کوشش سے اس مؤکدہ سنّت کی ادائیگی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے باقی رہا طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات روانگی فی زمانہ اس پر عمل کرنے کے لئے پیدل چلنے کے سوا کوئی حل نظر نہیں آتا۔

بہرحال اُن لوگوں کا مزدلفہ میں خیمے لینے کے لئے اس بات کوجواز بنانا سوائے نادانی کے اور کچھ نہیں ہے اگر مان لیا جائے جیسا کہ انہوں نے کہا حاجیوں کی ایک مؤکدہ سنّت ترک ہوتی ہے لیکن یہ لوگ جو کرتے ہیں اس سے تو تین تین مؤکدہ سنّتیں ترک ہوتی ہیں مزید یہ کہ یہ لوگ اپنا پیکج بیچنے کے لئے اس کے فضائل بیان کرنے سے بھی نہیں چوکتے جب دین کوتجارت سمجھ لیا جائے تو ایسی ہی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

حاجی جب بکنگ کے لئے آتا ہے تو وہ سب سے پہلے یہی پوچھتا ہے کہ ہوٹل کیسا ہوگا کھانا کیسا ہوگا یعنی سہولت کو مدِنظر رکھتا ہے اور پھر اس بات کو دیکھتا ہے کہ کونسا گروپ ایسا ہے جو ہزار دو ہزار روپے کم وصول کررہا ہے یہ نہیں پوچھتے کہ ان کی رہائش حرم شریف سے کتنی

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قریب ہوگی تاکہ انہیں بیت اللہ شریف کی حاضری اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت آسانی سے میسر آئے، اور اُن کے خیمے منٰی میں ہوں گے یا نہیں تاکہ اُن کی سُنّتیں ادا ہوں، جب خریدار ایسے آنے لگے تو دکانداروں نے دکانیں بھی ویسی ہی سجانی شروع کردیں اور حج جو ایک عظیم فریضہ اور افضل ترین عبادت ہے اُسے خریداروں اور دکانداروں نے مل کر تجارت بنا لیا، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ، ٤ ینایر ۲۰۱۰م F-651

حج میں دم شکر کی جگہ قربانی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو حج سے بارہ روز قبل مکہ آیا اور اس نے عمرہ ادا کرکے احرام کھول دیا حج پھر مکہ سے حج کا احرام باندھا اور دس تاریخ کو قربانی سمجھ کر جانور ذبح کیا یعنی وہ قربانی جو عیدالاضحی میں کی جاتی ہے تو کیا اس پر حج تمتع یا قران کی وجہ سے جو جانور ذبح کرنا لازم آیا تھا وہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: اگر کوئی شخص عیدالاضحی کی قربانی کی نیت سے حج تمتع یا قران میں جانور ذبح کرتا ہے تو اس پر وہ دم جو حج تمتع یا قران کی وجہ سے واجب ہوا ساقط نہ ہوگا جسے دمِ شکر کہا جاتا ہے چنانچہ محرر مذہب نعمانی امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امرأۃ تمتّعت فضحّت بشاۃٍ لم تجزها عن المتعۃ (۲۲۷)

یعنی، ایک عورت نے حج تمتع کیا پس اس نے ایک بکری کی قربانی دی تو

۲۲۷۔ الجامع الصّغیر مع شرحه لابن مازه، کتاب الحجّ، باب التمتع، مسألة (٦)، ص ۲٦۱

وہ بکری کا ذبح کرنا اُسے (دم) تمتع سے جائز نہ ہوگا۔

''جامع صغیر'' کے اس مسئلہ کو علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

و إذا تمتّعت المرأۃ فضحّت بشاۃٍ لم یجزها عن دم المتعۃ (۲۲۸)

یعنی، جب عورت نے حج تمتع کیا پس اس نے ایک بکری کی قربانی دی تو یہ قربانی اُسے دم تمتع سے جائز نہ ہوگی۔

کیونکہ عیدالاضحی کی قربانی الگ ہے اور حج تمتع کا دم الگ ہے چنانچہ اس قربانی سے دم تمتع ادا نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے صدر الشہید عبدالعزیز ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۳۵٦ھ لکھتے ہیں:

لأنّ دمَ المتعۃِ مع دم الأضحیۃِ غیرانِ، فلا یسقطُ بها عنها هذا الدَّمُ (۲۲۹)

یعنی، کیونکہ حج تمتع کا دَم اُضحیہ کے دَم (یعنی عیدالاضحی کی قربانی) کے ساتھ الگ ہے پس اِس سے اُس پر سے یہ دَم ساقط نہ ہوگا۔

اور علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے کہ

لأنّها أتت بغیرِ واجبٍ (۲۳۰)

یعنی، کیونکہ وہ عورت غیر واجب کو لائی (یعنی قربانی واجب نہ تھی اس پر تو حج تمتع کا دم واجب تھا اس نے جو واجب تھا اُسے ادا نہ کیا)۔

اِس کے تحت شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

۲۲۸۔ بدایۃ المبتدی مع شرحه للمؤلّف، کتاب الحجّ، باب التّمتع، ۱۔۲/۱۹۳

۲۲۹۔ شرح الجامع الصّغیر لابن مازۃ، کتاب الحجّ، باب التّمتّع، مسألۃ(٦)، ص ۲٦۱

۲۳۰۔ الهدایۃ، کتاب الحجّ، باب التّمتّع، ۱۔۲/۱۹۳

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لأنَّ دَم التمتعِ واجبٌ، و الأُضحيةُ غيرُ واجبٍ عليها، لأنّها مسافرةٌ، و لا أُضحيةَ على المسافرةِ (٢٣١)

یعنی، کیونکہ دمِ تمتع واجب ہے اور (عید الاضحیٰ کی) قربانی اُس پر واجب نہیں، کیونکہ وہ مسافرہ ہے اور مسافرہ پر قربانی نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے عورت کا ذکر کیا ہے اور اگر مرد اس طرح کرے تو اُس کا بھی یہی حکم ہو گا، چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و كذا الجوابُ في الرَّجُلِ (٢٣٢)

یعنی، اور اسی طرح حکم ہے مرد میں۔

اس کے تحت علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

يعني عن الرّجل إذا تمتّع فضحّى شاةً لم يُجزئه عن دم المتعةِ (٢٣٣)

یعنی، مرد جب حج تمتع کرے پس وہ بکری کی قربانی دے تو (یہ قربانی) اُسے حجِ تمتع کے دَم سے جائز نہ ہوگی۔

لیکن ہمارے بلاد کے حجاج کرام عام طور پر حج تمتع یا حجِ قران کے دَم کو قربانی ہی کہتے ہیں اور اُن کی مراد حج کی قربانی ہوتی ہے اور حج کی قربانی کی یہی دَم شکر ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس میں قصداً عید الاضحیٰ کی قربانی کی نیت کر لے تو اُس پر حج تمتع یا قران کا دَم ساقط نہ ہوگا، جب دَمِ شکر اس پر باقی رہا اور اس نے حلق کروالیا تو رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب باقی نہ رہی اور یہ ترتیب واجب ہے، لہٰذا وہ اس واجب کے ترک کا بھی مرتکب ہو گیا اور اس پر ایک دَمِ جبر بھی لازم آ گیا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ديسمبر ٢٠٠٨م 670-F

٢٣١_ البناية، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ٤/ ٣٢٢

٢٣٢_ الهداية، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ١_٢/ ١٩٣

٢٣٣_ البناية، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ٤/ ٣٢٢

عورت کے حق میں حلق کروانا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے حق میں حلق کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: عورت کے حق میں حلق مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ صاحبِ فتح القدیر کے شاگرد (٢٣٤) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی "لُباب" میں عبارت "بل واجبٌ لهنّ" یعنی بلکہ تقصیر عورتوں کے حق میں واجب ہے کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

لكراهةِ الحلقِ كراهة تحريمٍ في حقِّهنّ (٢٣٥)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے (اُن کے حق میں تقصیر واجب ہے)

اور حلق کو عورتوں کے حق میں مرد کے داڑھی منڈوانے کی طرح مُثلہ قرار دیا گیا جو کہ ممنوع ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

هو ممنوعٌ، و هذا في حقِّ الرَّجُلِ، و يكرهُ للمرأةِ، لأنّه مُثلةٌ في حقِّها كحلقِ الرَّجُلِ لحيتَهُ (٢٣٦)

٢٣٤_ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ صاحبِ لُباب علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ بن ابراہیم سندھی حنفی صاحبِ فتح القدیر امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی کے شاگرد تھے، دیکھئے: "منحة الخالق على البحر الرائق" (كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و طف مضطجعاً، ٢/ ٥٧٣)

٢٣٥_ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب مناسك منیٰ، فصل في الحلق و التقصير، ص ٢٥٣

٢٣٦_ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، فصل في الإحرام و صفة المفرد بالحجّ، تحت قوله: و حلقه أفضل

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی، حلق مرد کے حق میں افضل ہے اور عورت کے حق میں مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ عورت کے حق مرد کے اپنی داڑھی مونڈھنے کی طرح مُثلہ ہے۔

اور اگر صالح ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں جیسے کسی بیماری کے سبب سر کے بال چٹر کی مانند ہو جائیں جس کا واحد حل حلق ہی ہو تو اس صورت میں عورت کو حلق روا ہو گا، اسی لئے ملا علی قاری حنفی نے حلق کو عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی قرار دینے کے بعد لکھا:

إلاَّ لضرورۃ (۲۳۷)

یعنی، مگر یہ کہ حلق کسی ضرورت کی وجہ سے ہو (تو مکروہ نہیں)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ ذو الحجۃ، ١٤٣٠ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠٠٩م، 659-F

عورت کے بال چھوٹے بڑے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرِمہ کے بال چھوٹے بڑے ہوں اور سب سے چھوٹے بال کانوں کی لو تک ہوں تو اس صورت میں تقصیر میں کوئی رعایت ہے جب کہ اُس کی کثرت سے عمرہ کرنے کی خواہش بھی ہو؟

(السائل: C/O محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تقصیر میں چوتھائی سر کے بالوں سے کتروانا ضروری ہے چنانچہ علامہ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۲۳۸) اور علامہ زین الدین ابن نُجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۲۳۹) لکھتے ہیں اور علامہ سید محمد امین ابن

۲۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۲۳۸۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قولہ: و الحلق أحبّ، ۲/ ۳۰۸

۲۳۹۔ البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قولہ: ثمّ احلق أو قصّر الخ، ۲/ ۶۰۶

عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۴۰) نقل کرتے ہیں:

و المرادُ بالتّقصیرِ أنْ یأخُذَ الرَّجلُ و المَرأۃُ من رُؤوسِ شَعرِ رُبعِ الرّأسِ مقدارَ الأنمِلَۃِ، و اللّفظ للزّیلعی

یعنی، تقصیر سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے سروں سے چوتھائی سر سے ایک پورے کی مقدار بال لیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ پورے سے کچھ زائد کتروائے تا کہ چوتھائی بالوں میں سے ہر بال ایک پورے کی مقدار کٹ جائے کیونکہ اکثر بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں چنانچہ امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

قالوا: یجبُ أن یزیدَ فی التّقصیرِ علی قدرِ الأنمِلَۃِ، لأنّ الواجبَ ھذا القدرُ من أطرافِ جمیعِ الشّعرِ، و أطرافُ جمیعِ الشّعرِ لا یَتَساوی طولُھا عادۃً، بل تتفاوتُ، فلو قصّر قدرَ الأنمِلَۃِ لا یصیرُ مستوفیاً قدرَ الأنمِلَۃِ من جمیعِ الشّعرِ بل من بعضِہ فوجَبَ أن یَزیدَ علیہ حتّی یستیقنَ باستیفاءِ قدرِ الواجبِ، فیخرجُ عن العُھدۃِ بیقینٍ (۲۴۱)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا کہ واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے کیونکہ یہ مقدار تمام بالوں کے اطراف سے واجب ہے، اور تمام بالوں کے اطراف کی لمبائی عادۃً برابر نہیں ہوتی بلکہ اس لمبائی میں تفاوت ہوتا ہے، پس اگر ایک پورے کی مقدار تقصیر کرے گا تو تمام بالوں سے پورے کی مقدار کو پوری کرنے والا نہیں ہو گا بلکہ بعض بالوں سے،

۲۴۰۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی رمی الجمرۃ العَقَبۃ تحت قولہ: بأن یأخذ إلخ، ۳/ ۶۱۱

۲۴۱۔ بدائع الصنائع، کتاب الحجّ، فصل فی مقدارِ الواجبِ فی الحلقِ، ۳/ ۱۰۱

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس واجب ہوا کہ اس مقدار پر تقصیر میں زیادہ کرے تا کہ واجب مقدار کی تقصیر یقینی ہو جائے پس یقین کے ساتھ عُہدہ برا ہو جائے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نقل کرتے ہیں:

قَالُوا: یَجِبُ أن یزیدَ فی التَّقصِیرِ علی قَدرِ الأنمِلَةِ حَتّی یَستَوفِیَ قَدرَ الأنمِلَةِ مِن کلِّ شعرةٍ برأسِه لأنَّ أطرافَ الشَّعرِ غیرُ مُتساوِیَةٍ عادةً (۲۴۲)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا کہ واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے کچھ زیادہ کر لے تا کہ اُس کے سر کے ہر بال سے پورے کی مقدار پوری ہو جائے کیونکہ عادۃً بالوں کے سرے برابر نہیں ہوتے۔

لہٰذا چوتھائی سر کے بالوں سے پورے کی مقدار پوری کرنے کے لئے عورت کو چاہئے کہ اپنی پوری چٹیا پکڑ کر اُس میں سے ایک پورے سے کچھ زائد کاٹ لے کیونکہ چٹیا میں عموماً چوتھائی سر کے بالوں سے زائد بال ہوتے ہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱ دیسمبر ۲۰۰۸م F-667

۲۴۲ـ البحر الرائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: ثُمَّ احلق أو قصِّر الخ، ۲/۶۰۶

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نوٹ!!

☆...... منی آرڈر کی فیس زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆...... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

☆...... ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہش مند افراد دسمبر 2010ء تک اپنا ممبر شپ فارم جمع کرادیں بصورت دیگر ممبر شپ کا حصول مشکل ہوگا۔

☆...... براہِ کرم منی آرڈر جس نام سے روانہ کریں، خط بھی اسی نام سے روانہ کریں تا کہ خط اور منی آرڈر کے ضائع ہونے کا امکان نہ رہے۔

محترم المقام جناب.................................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ ہی کو برقرار رکھا گیا ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات وقتی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 5 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، موجودہ ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرادیں۔

فقط

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔74000

سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشر و اشاعت 021-32439799
0321-3885445

....

نام.. ولدیت..

مکمل پتہ..

....

فون نمبر.. سابقہ سیریل نمبر..

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جا سکتی ہے۔

for more books click on link below
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari